چکن فالودہ

انتخاب

گل فراز احمد

انتساب !

مشتاق یوسفی

کے

نام

فہرست مضامین

کشمکش	مجذوب چشتی
صدام	مجذوب چشتی
ہسپتال	محمد طٰہٰ خان
سیاست	محمد طٰہٰ خان
بیٹے سے خطاب	نیاز سواتی
شوہر......شادی سے پہلے اور شادی کے بعد	نیاز سواتی
رشوت خوری کا عالمی ریکارڈ	نیاز سواتی
کیثر العیال بیوہ کی دعا	نیاز سواتی
بے ہنر لوگوں میں اظہار ہنر مہنگا پڑا	نیاز سواتی
جنرل وارڈ	نیاز سواتی
میں ترا شہر چھوڑ جاؤں گا	آزر عسکری
خبر ہے میری رسوائی کی	سرفراز شاہد
جو بیوٹی پارلر میں خرچ ہو	سرفراز شاہد
میں نے کہا اُس نے کہا	دلاور فگار
مجھے شک ہے میرے محبوب کی اک آنکھ غائب ہے	دلاور فگار
حسینوں سے تمہاری دوستی اچھی نہیں لگتی	نیاز سواتی
مکالمہ	زاہد فخری
مرزا غالب مال روڈ پر	راجہ مہدی علی خاں
نہ گھبراؤ، اگر یہ مر بھی جائے گا	ضمیر جعفری
اُوپر کی کمائی	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
ضرورت رشتہ	شمیم بشیر اللہ
بیوی کے حضور	روحی کنجاہی
ایک چہلم	راجہ مہدی علی خاں
خوشامد	نظیر اکبر آبادی
رشوت خور	محبوب عزمی

نثری نظم والوں سے	انور مسعودؔ
بنام ٹیلی ویژن	انور مسعودؔ
جواب مسکت	انور مسعودؔ
غضب	انور مسعودؔ
مجیدہ	خالد مسعودؔ
بھیڑ الگتا ہے	خالد مسعودؔ
برسوں سے	خالد مسعودؔ
رنگ	خالد مسعودؔ
مقامات آہ وفغاں	انور مسعودؔ
کدھر جائے	انور مسعودؔ
مشورہ	ایم۔ ناشاد
مشکل کا حل	بلبل کاشمیری
ملاوٹ	خاور نقوی
لوٹے	سرفراز شاہد
پلاٹ	صادق نسیم
اپنا تو بن	سیّد ضمیر جعفری
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں	سیّد ضمیر جعفری
نمکین غزل	ضیاء الحق قاسمی
ایک صاحب اُڑتی چڑیا کے گنا کرتے تھے پر	محمد طٰہٰ خاں
بے اثر	عبیر ابوذری
آتا ہے یاد مجھ کو	علامہ حسین میر کاشمیری
ترستی ہے زبان میری	مجذوب چشتی
بجلی	مجذوب چشتی
بجلی کا بل	مجذوب چشتی
مردوں کی شمشیریں	مجید لاہوری

مقام کبریا	مجذوب چشتی
عزت	مجذوب چشتی
عیش کیش	مجذوب چشتی
نفرت	مجذوب چشتی
کتے	عطاء الحق کاظمی
سسرال	عطاء الحق کاظمی
پشاور	طٰہٰ خان
رات اک لخت جگر ٹیچر کے گھر پیدا ہوا	طٰہٰ خان
مہمان نوازی	مقبول احمد
سائل ہی نہیں	مقبول احمد
جو انساں نوعِ انسانی کا استحصال کرتے ہیں	سیّد ضمر ضعفری
طبلے کے ساتھ	سیّد ضمر ضعفری
کرکٹ ورلڈ کپ	خاور نقوی
لَو میرج	خاور نقوی
سر کڑاہی میں	خاور نقوی

***

پروفیسر عنایت علی خاں

ہکلی غزل

ب ب بزم میں ر ر رات بھر، غ غزل سناتے تے تے رہیں
گھ گھ گھر میں سب بھو بھوک سے ب ب بلبلاتے تے تے رہیں

ح ح حضرت شے شے شیخ کو ہو ہوا ہے کیا دو دو دوستو
ہا ہا ہر جگہ خوا خوا خوامخا........ٹاٹا ٹانگ اڑاتے تے تے رہیں

دو دو دوستو ب بڑے ہی یہ حو حو حوصلے کی بابات ہے
غ غ غم اٹھاتے تے تے تے رہیں مو مو مسکراتے تے تے رہیں

م مجھے گرین کا کارڈ کی للا لڑکیاں دومی مل گئیں
قے قے قیس اور کو کو کوہکن خ خ خاک اڑاتے تے تے رہیں

ہا ہا ہاکلی لی یے مری غزل ن ن نطق کا ج ج جال ہے
قا قا قافیے ر ردیف جس میں پھ پھ پھڑاتے تے تے رہیں

پروفیسر عنایت علی خاں

دوران مارشل لاء

ورغلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی
شامیانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

لان میں تین گدھے اور یہ نوٹس دیکھا
گھاس کھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

ایک رقاص نے گا گا کے سنائی یہ خبر
ناچ گانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

اس سے اندیشہ فردا کی جوئیں جھڑتی ہیں
سر کھجانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

بے اجازت جو مچاؤ بصد شوق مچاؤ
غل مچانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

اٹھتے اٹھتے وہ مجھے روز جتا دیتے ہیں
روز آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی!

پھر تو تم سر پہ اٹھا لو گے زمانے بھر کو
سر اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

آپ کا گھر ہے رہیں شوق سے اس میں لیکن
پیچ کھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

اپنی کشتی ہو میاں لاکھ فری اسٹائل
کاٹ کھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

یہ شریعت کا نہیں گیس کا بل ہے بیگم
بلبلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

اس سے مورال مسلمان کا گر جاتا ہے
دال کھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

ان کے ارشاد گرامی کو عنایتؔ سن کر
مسکرانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

پروفیسر عنایت علی خاں

میں سپیکر نہیں ہوں

(پارٹی کے اپنے ہی سپیکرز کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک منظور ہونے پر)

تمھارے باپ کا داماد ہوں میں
کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں میں

میں آسانی سے چھوڑوں گا نہیں جان
میں شوہر ہوں میں اسپیکر نہیں ہوں!

مہرباں کیسے کیسے

سخاوت میں بھلا امریکیوں کا کون ثانی ہے
جو بوٹی مانگیے تو مرغ سالم بھیج دیتے ہیں
پھر اپنے ملک پر تو ان کی اس درجے عنایت ہے
کہ صاحب ایڈ کے پیکج میں حاکم بھیج دیتے ہیں

میاں!

تشویش و اضطراب سے کہتا تھا اک کسان
امریکی سنڈیاں مرے کھیتوں میں آ گئیں
میں نے کہا میاں تجھے کھیتوں کی فکر ہے!
امریکی سنڈیاں تو ترا ملک کھا گئیں

مرید باصفا

ہمیں کچھ ایسی چچا سام سے عقیدت ہے
کہ جیسے پیروں کے اندھے مرید ہوتے ہیں
نکالیں کاف بھی کشمیر کا تو دہشت گرد
سومالیہ میں مریں تو شہید ہوتے ہیں

تھینک یو امریکہ

بے تحاشہ بڑھ رہی ہیں قیمتیں
آئی ایم ایف کی برکتیں ہیں چار سو
بول بالا ہو رہا ہے آپ کا
تھینک یو امریکہ سو مچ تھینک یو

کچھ

چار گھنٹے جو ہوئی لیٹ فلائٹ کل رات
منتظر لوگوں میں یہ احقر دلگیر بھی تھا

کسی ہوسٹس کے تھی میک اپ میں کمی ''کچھ'' باقی
ہوئی تاخیر تو ''کچھ'' باعث تاخیر بھی تھا

اہتمام

سنتی ہو! آج مسالے کی کلیجی پکواؤ
ہو مگر سال گزشتہ کی طرح خوب لذیذ
اور سنو! کوئی سی اک دال بھی بنوا لینا
'' شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز ''

شونک دی سی

جب میری کار کی زد میں آکر جنگل میں اک بھینس مری
اور پولیس نے آکر یہ پوچھا ذمہ دازری کس کی تھی؟
تو قبل اس سے کہ میں کچھ کہتا بھینس کا مالک بول اٹھا،
'' کچھ شہر دے لوک دی ظالم سن کچھ ''مینھ'' نوں مرن دا شونک دی سی!''

تفتیش

ساس بہو کا جھگڑا جب ویمن تھانے میں آیا ہے
تفتیشی افسر نے بس دو فقروں میں نمٹایا ہے
''اللہ ایسی نائس میچنگ تم نے کس سے سیکھی ہے؟
اللہ! یہ جوڑا تم نے کس ٹیلر سے سلوایا ہے؟''

انور مسعود

اسپیشلسٹ

دل کی بیماری کے اِک ماہر سے پوچھا میں نے کل
یہ مرض لگتا ہے کیوں کر آدمی کی جان کو
ڈاکٹر صاحب نے فرمایا توقف کے بغیر
''درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو''

ایک صابن کی اعلیٰ کوالٹی دیکھ کر

میں اسے کھاؤں کہ صابن اس سے نہاؤں انور
فیصلہ ہو نہ سکا جس کے تر ہونے تک
کتنا رقبہ تھا جو اک رہ گیا ٹافی جتنا
ہائے کیا گذری ہے صابن پہ سپر ہونے تک

صباحت وملاحت

یہاں کلیجے لگائے جا رہے ہیں
نمک کیوں لایئے جا کر کہیں سے
اٹھا کر ہاتھ میں میدے کا پیڑا
''پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے''

فقیر آئے اور بددعا کر چلے

تیری خواہش ہے اے مرے دشمن
عین جنگل میں مجھ کو شام پڑے
لے مری بددعا بھی سنتا جا
جا تجھے سی۔ ڈی۔ اے سے کام پڑے

انگلش

کبھی پھر گفتگو ہو گی کہ یہ سوغات افرنگی
عموماً آدمی کی ذہنیت کیسی بناتی ہے
ابھی اتنا کہے دیتا ہوں انگریزی کے بارے میں
کچھ ایسی ڈھیٹ ہے کمبخت آتی ہے نہ جاتی ہے

ہتک

کل قصائی سے کہا ک مفلس بیمار نے
آدھ پاؤ گوشت دیجے مجھ کو یخنی کے لیے
گُور کر دیکھا اسے قصاب نے کچھ اس طرح
جیسے اس نے چھیچھڑے مانگے ہوں بلی کے لیے

عرض ہنر

کام کرنا ہو تو پھر کیجیے ذرا ترکیب سے
کچھ نہ کچھ ہر بات میں درکار ہے ذوق ہنر
صرف تھوڑا سا ملاوٹ کا قرینہ چاہیے
چائے کی پتی سے کٹ سکتا ہے بندے کا جگر

مہمان

عین راحت ہیں ہمیں سب اس کی خاطر داریاں
دال روٹی اس کے حصے کی جو ہے' کھاتا رہے
سانس کی مانند ہے انور ہمیں مہمان عزیز
عرض اتنی ہے کہ بس آتا رہے' جاتا رہے

خاتمہ بخیر

قوم پر ممبری کا فیر ہوا
کل جو اپنا تھا آج غیر ہوا
شیخ جی مر گئے کمیٹی میں
غل مچا، خاتمہ بخیر ہوا

دل کی لاگ

اکبر کی صاف گوئی کو میں نے کیا پسند
کل کہہ رہے تھے بار میں اپنے کلیگ سے
اللہ سے لگائے رہیں لو جناب شیخ
ہم نے تو دل کی لاگ لگائی ہے ایک سے

تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
یاروں نے کہا یہ قول غلط، تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہر بات پہ تم قسمیں کھانا جب یاد کریں راجا صاحب
دربارِ اودھ میں اے اکبر واللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

اکثر

ان کو کیا کام ہے مروت سے
اپنے رخ سے یہ منہ نہ موڑیں گے
جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں
ڈاکٹر فیس کو نہ چھوڑیں گے

ڈنر

رہ گیا دل میں ہی شوق سایۂ الطاف خاص
مجھ کو آنے کی اجازت دی نہیں بیڈ روم میں
کھانے کے کمرے سے رخصت کر دیا بعد از ڈنر
تھیں فقط چھریاں ہی اور کانٹے مرے مقسوم میں

شومیکری

شو میکری شروع جو کی اک عزیز نے
جو سلسلہ ملاتے تھے بہرام گور سے
پوچھا کہ بھائی تم تو تھے تلوار کے دھنی
مورث تمھارے آئے تھے غزنی و غور سے

کہنے لگے ہے اس میں بھی اک بات نوک کی
روٹی ہم اب کماتے ہیں جوتے کے زور سے

لڑکا بیرا بنا لڑکی آیا

اک پیر نے تہذیب سے لڑکے کو اُبھارا
اک پیر نے تعلیم سے لڑکی کو سنوارا
پتلون میں وہ تن گیا یہ سائے میں پھیلی
پاجامہ غرض یہ ہے کہ دونوں نے اتارا
بیرا وہ بنا لیچک میں وہ بن گئیں آیا
بی بی نہ رہیں جب تو میں اپن بھی سدھارا

راجہ مہدی علی خاں (مرحوم)

ادیب کی محبوبہ

تمہاری الفت میں ''ہار مونم'' پہ میر کی غزلیں گا رہا ہوں
بہتر ان میں چھپے ہیں نشتر جو سب کے سب آزما رہا ہوں
بہت دنوں سے تمھارے جلوے خدیجہ مستور ہو گئے ہیں
ہے شکر باری کہ سامنے اپنے آج پھر تم کو پا رہا ہوں
لحاف عصمت کا اوڑھ کر تم فسانے منٹو کے پڑھ رہی ہو
پہن کے بیدی کا ''گرم کوٹ'' آج تم سے آنکھیں ملا رہا ہوں
تمھارے گھر ن م راشد کالے کے آیا سفارشی خط
مگر تعجب ہے پھر بھی تم سے نہیں میں کچھ فیض پا رہا ہوں
بہت ہے سیدھی سی بات میری نجانے تم کیوں نہیں سمجھتیں
قسم خدا کی کلام غالب نہیں میں تم کو سنا رہا ہوں
تمہاری زلف سیہ پہ تنقید کس سے لکھواؤں تم ہی بولو

شری عبادت بریلوی کو مین تار دے کر بلا رہا ہوں
میں تم پہ ہوں جاں نثار اختر قسم ہے منشی فدا علی کی
بہت دنوں سے میں تم پہ ساحر سے جادو ٹونے گرا رہا ہوں
اگر ہو تم ہاجرہ تو پھر مجھ سے مل کے مسرور کیوں نہیں ہو
تمھارے آگے اوپندر ناتھ اشک بن کے آنسو بہا رہا ہوں
حسین ہو زہرہ جمال ہو تم، مجھے ستا کر نہال ہو تم
تمھارے یہ ظلم قرۃ العین کو بتانے میں جا رہا ہوں
مری محبت کی داستاں سن کے رو پڑے جوش ملسیانی
سکھا کے پنکھے سے ان کے آنسو ابھی وہاں سے میں آ رہا ہوں
مری تباہی پہ چھاپ دیں گے نقوش کا ایک خاص نمبر
طفیل صاحب کے پاس سارے مسودے لے کے جا رہا ہوں
وزیر آغا پٹھان ہیں ساتھ ساتھ یاروں کے یار بھی ہیں
پکڑ کے وہ تم کو پیٹ دیں گے، میں کل انھیں ساتھ لا رہا ہوں
حکیم یوسف حسن نے جب میری نبض دیکھی تو رو کے بولے
جگر ہے زخمی، تباہ گردے یہ بات تم سے چھپا رہا ہوں
ملیح آباد جا رہا ہوں میں جوش لاؤں کہ آم لاؤں
ہیں دونوں چیزیں وہاں کی اچھی ہیں لاؤں کیا تلملا رہا ہوں
جو حکم دو واجدہ تبسم کا کچھ تبسم میں تم کو لا دوں
تمھارے ہونٹوں پہ غم کی موجوں کو دیکھ کر تلملا رہا ہوں
فسانۂ عشق مختصر ہے قسم خدا کی نہ بور ہونا
فراق گورکھپوری کی غزلیں نہیں میں تم کو سنا رہا ہوں
مری محبت کی داستاں کو گدھے کی مت سر گذشت سمجھو
میں کرشن چندر نہیں ہوں ظالم یقین تم کو دلا رہا ہوں
پلاؤ آنکھوں سے تا کہ مجھ کو کچھ آل احمد سرور آئے
بہت ہیں غم مجھ کو عاشقی کے بناں پئے ڈگمگا رہا ہوں

کرنل محمد خان (مرحوم)

بی ٹی نامہ

ہم نوا کون سی امید پہ خاموش رہوں
کس لیے شاہد بی ٹی کی میں پاپوش رہوں
چیز کیا ہے سگ کالج کہ میں خرگوش رہوں
''کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں''
آج میں بی ٹی لیے دست و گریباں ہوں گا
ناصحا پاس نہ آنا کہ میں ناداں ہوں گا

میں تو سمجھا تھا کہ بی ٹی ہے کوئی کار ثواب
دیکھی اندر سے مگر آگے جو یہ خانہ خراب
مجھ کو محسوس ہوا یہ تو ہے گودام عذاب
جس میں میں جھونکا گیا ایسا کہ جوں پابہ جراب
دل انساں کی نزاکت اسے ملحوظ نہیں
یاں شریفوں کی شرافت بھی تو محفوظ نہیں

ظلم بی ٹی سے خدا جانتا ہے چور ہیں ہم
جو کہ کیکر پہ چڑھایا تھا وہ انگور ہیں ہم
'' قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم ''
جن کو سمجھے ہو کھلونے وہ ہم انسان نہیں
رب کے بندے ہیں کوئی ساختہ جاپان نہیں

بی ٹی کیا ہے یہ فقط بندوں کا حیواں ہونا
اور مکروہ سی کچھ ٹانگوں کا عریاں ہونا
Lean کے حکم پہ خم کھانا پریشاں ہونا
گویا یوں جھکنا کہ بس خارج از ایماں ہونا
ہم سے بے ہودگی ہر روز یہ فرماتے ہیں
صبح بھی شام بھی جب چاہیں یہ کرواتے ہیں

مذہب بی ٹی میں کیا ناغہ حرام ہوتا ہے
سر پہ ہر صبح یہ کیوں رونکی رام ہوتا ہے
بھولتا ہے نہ اسے گھر کا ہی کام ہوتا ہے
نہ بخار آتا ہے اس کو نہ زکام ہوتا ہے
ارے ٹیوٹر یہ خدا ہے تو سفارش کر دے
گر یہ کم بخت نہیں ٹلتا تو بارش کر دے

ہاسٹل کیا ہے طویلہ سا بنا رکھا ہے
اور وہ سمجھے ہیں کہ فردوس سجا رکھا ہے
بانس پر اس کو بلاوجہ چڑھا رکھا ہے
دیکھو دروازے پہ رضواں جو بٹھا رکھا ہے
دیکھیں ڈیوڑھی پہ تو مہمان وہی ٹلتے ہیں
اس سے آگے تو فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں

یہ بھی پابندی مہماں میں خطاوار نہیں
کیونکہ حالات دروں قابل اظہار نہیں
یاں گرفتار بلا ہیں، جو گنہگار نہیں

ایسی جنت کا تو دوزخ بھی خریدار نہیں
ہاسٹل! تیری حقیقت کو گئے ہیں ہم جانچ
انڈماں والوں نے لاہور میں کھولی ہے برانچ

چھٹی درکار ہو گر تم کو عیادت کے لیے
ماہ بھر پہلے سے دو عرضی اجازت کے لیے
پیش گوئی کرو نادیدہ مصیبت کے لیے
گویا پیغمبری درکار ہے رخصت کے لیے
عزرائیل آ کے ہمیں اپنا پروگرام بتا
جن بزرگوں پہ تری آنکھ ہے وہ نام بتا
اے خدا ہم بھی تھے مانوس کبھی عشرت سے
اب ہیں محروم ٹریننگ میں تری رحمت سے
بچ نہیں سکتے کبھی رات کی اس کلفت سے
دن کو پڑھ پڑھ کے فنا ہو گئے اک مدت سے
درد سر ہے کہ فلو ہے کہ تپ کھانسی ہے
عمر بھر قیدی کا انجام یہاں پھانسی ہے

حاجی لق لق (مرحوم)

ماڈرن غزل

کیا ان کو دل کا حال سنانے سے فائدہ
ہو گا تو ہوگا نوٹ دکھانے سے فائدہ
نوک مژہ جو دل میں چبھی دل پھڑک اُٹھا

کچھ تو ہوا ہے ٹیکہ کرانے سے فائدہ

دل گم ہے اپنا، چور کا لیکن پتہ نہیں

عاشق کو کیا پولیس کے تھانے سے فائدہ

معلوم ہے دکھاتے ہیں وہ ہم کو سبز باغ

لارنس باغ شام کو جانے سے فائدہ

اب بھی وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے بزرگ ہو

کچھ بھی ہوا نہ شیو کرانے سے فائدہ

جو نیچے جیب کے ہے مری جاں اسے چرا

عاشق کا ''فاؤنٹین'' چرانے سے فائدہ

لق لق زمانہ ہم سے اُٹھائے فائدے

ہم نے نہ کچھ اٹھایا زمانے سے فائدہ

انور مسعود

سائیڈ ایفیکٹس

سر درد میں گولی یہ بڑی زود اثر ہے

پر تھوڑا سا نقصان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے پیدا کوئی تبخیر کی صورت

دل تنگ و پریشان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے کچھ ثقل سماعت کی شکایت
بیکار کوئی کان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ممکن ہے خرابی کوئی ہو جائے جگر میں
ہاں آپ کو یرقان بھی ہو سکتا ہے اس سے

پڑ سکتی ہے کچھ جلد خراشی کی ضرورت
خارش کا کچھ امکان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہیں یادیں بھی ذرا سی متاثر
معمولی سا نسیان بھی ہو سکتا ہے اس سے

بینائی کے حق میں بھی یہ گولی نہیں اچھی
دیدہ کوئی حیران بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتا ہے لاحق کوئی پیچیدہ مرض بھی
گردہ کوئی ویران بھی ہو سکتا ہے اس سے

ممکن ہے کہ ہو جائے نشہ اس سے ذرا سا
پھر آپ کا چالان بھی ہو سکتا ہے اس سے

اطہر شاہ خان (جیدی)

پھولوں کی آرزو

رنگ خوشبو گلاب دے مجھ کو
اس دُعا میں عجب اثر آیا
میں نے پھولوں کی آرزو کی تھی
آنکھ میں موتیا اُتر آیا

چاند کا ابّا

چاند رات آئے تو سب دیکھیں ہلال عید کو
اک ہمارا ہی نصیبہ ہڈیاں تڑوا گیا!
چھت پہ ہم تھے چاند کے نظارے میں کھوئے ہوئے
بس اچانک.......چاند کا ابا وہاں پر آگیا

زندہ تمنا

یا رب دل جیدی میں اک زندہ تمنا ہے
تو خواب کے پیاسے کو تعبیر کا دریا دے
اس بار مکاں بدلوں تو ایسی پڑوسن ہو
" جو قلب کو گرما دے اور روح کو تڑپا دے "

کرایہ

کھڑا ہے گیٹ پہ شاعر مشاعرے کے بعد
رقم کے وعدے پہ اس کو اگر بلایا، تو دے
کوئی تو ڈھونڈ کے لائے کہ منتظم ہے کہاں
لفافہ گر نہیں دیتا نہ دے، کرایہ تو دے

.......☆.......

قتیل شفائی

میوزک ڈائریکٹر

کبھی سارے، کبھی گاما، کبھی پادھا، کبھی نیسا
مسالہ جان کر اس نے سدا ہر گیت کو پیسا
کبھی اس نے ملا دیکھا جو مولی کو چقندر سے
تو لایا دور کی کوڑی یہ سرگم کے سمندر سے
بنائی جو بھی طرز اس نے وہ فن کی جان ہوتی تھی
کہ اس میں اونٹ کی گردن سے لمبی تان ہوتی تھی
نہیں تھا چور لیکن کوئی تہمت آ بھی جاتی تھی
کسی کی دھن سے اس کی دھن کبھی ٹکرا بھی جاتی تھی
کیے ہیں بھانجے ریکارڈنگ میں ''شامل باجا''
لکھایا گیت باورچی سے اس نے ''آمورے راجا''

یہ اکثر شاعروں کو بے طرح اصلاح دیتا ہے
اور اس پر اپنے سازندوں سے کھل کر داد لیتا ہے
مہورت پر سدا اس کے گلے میں ہار ہوتے تھے
ضرورت پر اسے دو گھونٹ بھی درکار ہوتے تھے
ضرورت پر اسے دو گھونٹ بھی درکار ہوتے تھے
برہمن کو گوائیں ٹھمریاں اس نے شوالے میں
''خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں''

ظفر اقبال

بکرے کی ران

بیاں ہو ہی نہیں سکتی کسی سے شان بکرے کی
کہ ہوتی جاتی ہے اب تو یہی پہچان بکرے کی
جہاں سے تحفتہً بھیجی گئی تھی عید کے دن سے
وہیں پھرتی پھراتی آ گئی ہے ران بکرے کی

کھال

اپنا تو خیر نامہ اعمال لے گئے
جس جس کے جو بھی ہاتھ لگا مال لے گئے
تالہ لگا کے باندھ رکھا تھا رقیب نے
بکرا کھڑا ہے، چور مگر کھال لے گئے

.....☆.....

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

بے زلف ہم زلف

ایک گنجا دوسرے گنجے سے فرمانے لگا
بھائی! اپنے ساتھ قدرت نے کری اچھی نہیں
ہیں تو ہم بے زلف رشتے میں مگر ہم زلف ہیں
اس قدر اک دوسرے کی ہمسری اچھی نہیں

عینک

عرصے کے بعد دیکھ کر بولا وہ ہائے ہائے
عینک پہن کے لگتے ہو اللہ میں کی گائے
میں نے کہا درست نہیں آپ کی یہ رائے
عینک اُتار دوں تو گدھا تک نظر نہ آئے

اسم شریف

کل اک نئے رقیب سے میں نے پوچھا! ’آپ کا اسم شریف؟‘‘
ٹیڑھے منہ سے اُلو کہہ کر اس نے اُچھالا طنز کا جام
میں نے اس کی چونچ اور آنکھ کو غور سے دیکھا اور کہا
ہو ہی نہیں سکتا تھا اس سے بہتر کوئی آپ کا نام

فردوس

چوتھی شادی کی اجازت نہیں ملنے والی
اب کوئی او مسرت نہیں ملنے والی
جتنی آسانی سے حاصل ہوئی فردوس تجھے
اتنی آسانی سے جنت نہیں ملنے والی

.....☆......

خالد عرفان (امریکہ)

خود کو بیچ کر

نہ ہوں پیسے تو استقبالیوں سے کچھ نہیں ہوگا
کسی شاعر کو خالی تالیوں سے کچھ نہیں ہوگا
نکل آئی ہے ان کے پیٹ سے پتھری شکر کوٹیڈ
جو جہتی تھیں کہ میٹھی، چھالیوں سے کچھ نہیں ہوگا
''خودی'' کو بیچ کر ''شاہین'' کو بھی ذبح کر ڈالا
ہم ایسے زود ہضم اقبالیوں سے کچھ نہیں ہوگا
وہی حضرات تقسیم وطن کے اصل مجرم ہیں
جو کہتے تھے یہاں بنگالیوں سے کچھ نہیں ہوگا
عبث ہے ان سے اک چڑیا کے بچے کی ولادت بھی
کہ ان فیشن زدہ گھر والیوں سے کچھ نہیں ہوگا
مزا جب ہے کہ زندوں کو سناؤ نغمہ الفت

کسی کی قبر پر قوالیوں سے کچھ نہیں ہوگا
یہ بچوں میں اضافہ کر رہے ہیں رات دن خالد
اپوزیشن کے ان ہڑتالیوں سے کچھ نہیں ہوگا

شاعر مشرق

اک محبّ شاعر مشرق سے میں نے یہ کہا
کچھ تو فرمائیں حضور اقبال کے احوال میں
بولے علامہ سے بس اتنی سی نسبت ہے مجھے
میں نے بنوالی ہے کوٹھی گلشن اقبال میں

نیاز سواتی (مرحوم)

جوتا

کہا اک مولوی نے دیکھ کر جوتا مرے آگے
اگر ہو سامنے جوتا تو پھر سجدہ نہیں ہوتا
کہا ہم نے بجا ہے آپ کا ارشاد یہ لیکن
اگر پیچھے رکھیں جوتا تو پھر جوتا نہیں ہوتا

زن گزیدہ

زن گزیدہ ایک شوہر سے یہ جب پوچھا گیا
مرقد زوجہ پہ تم چھڑکاؤ کیوں کرتے نہیں؟
وہ یہ بولا، میں نہیں پانی چھڑکتا اس لیے
ڈر رہا ہوں اہلیہ پھر سے نہ اُگ آئے کہیں

گھر والی

میں نے گھر والی کی جب پوری کی فرمائش، نیاز
جھٹ دُعا دی اس نے، جنت آشیانہ ہو ترا
جب کہا میں نے وہاں مجھ کو ملے گی حور بھی
جل کے وہ بولی کہ پھر دوزخ ٹھکانہ ہو ترا

فہرست

پیش جب فہرست کی بیگم نے شاپنگ کی مجھے
میں سمجھتا تھا کہ ہو گی وہ نہایت مختصر
جب پڑھی وہ کھول کر تو اس قدر لمبی سی تھی
''نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر''

بیدل جونپوری

شرط

مہمان خصوصی کے لیے بزم سخن میں
یہ بات ضروری نہیں وہ اہل قلم ہو
البتہ یہ کہتے ہوئے لوگوں کو سنا ہے
یہ شرط ہے لازم کہ منسٹر سے نہ کم ہو

شیخ جی

آ گیا دام میں صیاد بھی نخچیر کے ساتھ
شیخ جی پکڑے گئے اک بت بے پیر کے ساتھ
کبھی چمچے کبھی کفگیر کے ساتھ
زندگی ہم نے گزاری ہے مشاہیر کے ساتھ

بے وزن شعر

ہم بحر میں بھی کہہ کے بہر حال کچھ نہ تھے
بے وزن شعر کہہ کے وہ استاد ہی رہے

شاید شریف ہونا بھی اب جرم ہے جبھی
ہر دور میں نشانۂ بیداد ہی رہے

پہلی سی محبت

نوجوانی میں جب اعصاب کا لوہا تھا قوی
تجھ کو معلوم ہے لمبی تھی بہت میری چھلانگ
سخت نادم ہوں کہ اب مجھ میں وہ قوت نہ رہی
''مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ''

.....☆.....

روحی کنجاہی (لاہور)

نمکین غزل

حسیں چہروں سے صورت آشنائی ہوتی رہتی ہے
سمجھ لو ابتدائی کاروائی ہوتی رہتی ہے
ہماری بیوی اور مہنگائی دونوں ہیں سگی بہنیں
ہماری جیب کی اکثر صفائی ہوتی رہتی ہے
کہا میں نے کہ ملتے ہو بچھڑ جانے کی نیت سے
کہا اس نے محبت میں جدائی ہوتی رہتی ہے
کہا میں نے مری درخواستوں کا کیا بنا آخر؟

کہا اس نے کہ ان پر کاروائی ہوتی رہتی ہے

کہا، لڑکے کی امی نے رہے گی خوش سدا بیٹی

کہ اوپر سے بھی لرکے کی کمائی ہوتی رہتی ہے

ترے پند و نصائح کا نتیجہ صفر ہے ناصح

برائی ہوتی رہتی تھی، برائی ہوتی رہتی ہے

شاہدہ نازؔ

ستاسی، اٹھاسی

اکاسی، بیاسی، تراسی، چوراسی

پچاسی، چھیاسی، ستاسی، اٹھاسی

ریاضی پڑھانے کی کوشش نہ کرنا

نہ بابا یہ میری سمجھ میں نہ آسی

اگر شوق سے علم حاصل کرے گا

خدا تجھ کو بندے کا پتر بناسی

اب اک دوسرے کو نصیحت نہ کریئے

نہ تو میرا ماما، نہ میں تیری ماسی

زباں خامشی کی ہی کام آ گئی تھی

نہ سننا پڑا تھا نہ دسنا پیاسی

وزارت میں اس کو فلو ہو گیا تو

وہ سرکاری خرچے پہ امریکہ جاسی

گرانی اگر یونہی پڑھتی رہے گی

تو خود سوچ پھر قوم کھسماں نوں کھاسی؟

اگر تو گیا کوچۂ دلبراں میں!
تو دلبر کے ویروں سے پاسے پھنیاسی
یہی سوچ کر میں بھی سونے لگی ہوں
''خراٹا'' میرا قوم کو اب جگاسی
چلو ناز مقطع ہی اب عرض کر دو
غزل سننے والوں کی ہووے خلاصی

جعفر رضوی

چلیئے پاکستان چلیں

بیگم کا فرمان، یہاں سے چلیئے پاکستان چلیں
بچوں کی گردان، یہاں سے چلیئے پاکستان چلیں
کھاتے ہیں سب کان، یہاں سے چلیئے پاکستان چلیں
کہتے ہیں مہمان، یہاں سے چلیئے پاکستان چلیں

مشکل ہو آسان، یہاں سے چلیئے پاکستان چلیں
چلیئے پاکستان یہاں سے چلیئے پاکستان چلیں

کب تک برتن دھوئیں یہاں پر اور کموڈیں صاف کریں
نوکر چاکر کچھ نہیں رکھا کچھ مجھ سے انصاف کریں
ہمت توڑ ہے جھاڑو پوچا مجھ کو آپ معاف کریں
کہتے تھے امریکہ چل کر '' سیر کوہ قاف '' کریں

جان ہوئی ہلکان، یہاں سے چلئے پاکستان چلیں
چلئے پاکستان یہاں سے چلئے پاکستان چلیں

یہ تو بتائیں بارہ برس میں کتنا مال کمایا ہے
کتنا ہم پر خرچ کیا ہے کتنا مال چھپایا ہے
کب کب ہم کو میکے بھیجا کیا زیور بنوایا ہے
گھر میں بیٹھ کے شعر کہے خود ہم سے جاب کرایا ہے

ہم نے پکڑے کان، یہاں سے چلئے پاکستان چلیں
چلئے پاکستان یہاں سے چلئے پاکستان چلیں

کچھ خونی رشتے ہیں جن کا نندوں کو احساس نہیں
سال ہوا ہے پورا، پھٹکی اب تک آ کر ساس نہیں
کب تک ویزا ماں کو ملے گا اس کی بھی کوئی آس نہیں
شوق ہے نسل بڑھانے کا اور انشورنس بھی پاس نہیں

زچگی کے دوران، یہاں سے چلئے پاکستان چلیں
چلئے پاکستان یہاں سے چلئے پاکستان چلیں

اطہر شاہ خان جیدی

پیار ادھار

ادا کیا تھا جو میں نے اس کا ادھار آدھا
جبھی سے تو اس کو رہ گیا اعتبار آدھا

یہ ہم جو بیوی کو آدھی تنخواہ دے رہے ہیں
تو دال کو بھی وہ دے رہی ہے بگھار آدھا

ضرور مٹی کا تیل ساقی پلا گیا ہے
جو پورے ساغر سے ہو رہا ہے خمار آدھا

اگر ترا ہاتھ دل پہ ہوتا تو کیا نہ ہوتا
کہ نبض دیکھی تو رہ گیا بخار آدھا

وہ زہر میں ڈال کر وٹامن بھی دے رہا ہے
تو اس سے ظاہر ہے اس کی نفرت میں پیار آدھا

یہ آدھی چلمن ہے یا مری آنکھ میں ہے جالا؟
دکھائی کویں دے رہا ہے روئے نگار آدھا

وہ ساس اب کتنی مرتبہ مرتباں جھانکے
بہو تو دو دن میں کھا گئی ہے اچار آدھا

وہ حلق میں چھالیہ کے پھسنے سے مر گیا ہے
ابھی تو جیدی گیا نہ تھا سوئے دار آدھا

خالد مسعود

انہے واہ

لچ لفنگ Elect ہوا ہے انہے واہ
بیبافیر Reject ہوا ہے انہے واہ
سوئی میں دھاگہ ڈالنے والی نوکری پہ
انہا ایک Selec ہوا ہے انہے واہ

کہیہ کریے

اوکھا ہویا ہم سے اکڑا کیہہ کریے
ایسے ای گل پر ہو گیا جھگڑا کیہہ کریے
جی کرتا ہے اوس رقیب کی گدڑ کٹ لگائیں
لیکن ہے وہ ہم سے تگڑا کیہہ کریے

چوری چوری

چانس ملا تو چوری چوری کر چھڈی
موڈ ہوا تو دھکوزوری کر چھڈی
اس نے اپنی نظر کے تیکھے برمے سے
پتل ورگے دل میں موری کر چھڈی

درد

منہ کو میٹ کے بیٹھا بہت ہی سوبر لگتا تھا
اک دن اس نے منہ جو کھولا اندر بیڑا تھا
وہ کہتا تھا داڑھ کا درد بھی دل سے اٹھتا ہے
داکٹر نے جب داڑھ نکالی اندر کیڑا تھا

ککھ نہ رہے

حسن کی توپ کا گولا مارا تیرا ککھ نہ رہے
تجھ پر گر جائے قطبی تارا تیرا ککھ نہ رہے

بنلنگ کونسل والے تیری ہر شے قرقی کر دیں
چڑھ جائے تجھ پر قرضہ بھارا تیرا ککھ نہ رہے

سردی اندر نہر کے بنے ساری رات کھلوتے
تو نہ آئی لایا لارا تیرا ککھ نہ رہے

دل کی چوری کے الزام میں پولیس کا چھاپہ پڑ جائے
پھڑیا جائے ٹبر سارا تیرا ککھ نہ رہے

ساری غزل سنا کر بھی نہیں ساڑا دل کا مُکیا
ساڈا ہے بس اکو ای نعرہ تیرا ککھ نہ رہے

ڈبا تھا؟

اس کا رشتہ نہ ہونے کا باعث اس کا با تھا
سب حریان تھے اس نے ایسا ابا کہاں سے لبا تھا

سمجھ نہیں آتی بتی دھاریں وہ کس سے بخشائے
اس کی ماں تو فیڈر تھی اور سُکے دودھ کا ڈبا تھا

اوس جگہ پر کافی لوکی منتیں مانگنے پہنچے
پچھلے ور ہے جہاں پر ہم نے مویا ککڑ دبا تھا

اس کے دل کے اندر ساڈی یاد کا روڑا رڑکا ہوگا
ماہی بے آب کی مانند تڑپا ہوگا پھڑکا ہوگا

شور شرابا کھڑکا دڑکا سن کر اس نے گیس لگایا
یا بادل گرجا ہے اوپر یا بیگم کا لڑکا ہوگا

سینے کی ہانڈی کے اندر وکھری ٹائپ کی شوں شوں ہوگی
ساڈے دل کی دال کے اوپر اس کے حسن کا تڑکا ہوگا

خوش ہو کر دروازہ کھولا اگیوں میٹر ریڈر نکلا
وہ سمجھی تھی شاید آج بھی سامنے والا لڑکا ہوگا

مارا جائے گا

اس نے مجھ کو دب لتاڑا مارا جائے گا
پھر اس کے ابے نے جھاڑا مارا جائے گا

اس لڑکی نے کھڑکی وچوں مجھ کو تڑی لگائی
تو نے آئندہ مجھ کو تاڑا مارا جائے گا

افلاطون نے خواب میں مجھ کو یہ نقطہ سمجھایا
جو بندہ بھی ہوگا ماڑا مارا جائے گا

حاکم شہر نے وقت کے مجنوں کو یہ نوٹس دتا
تو نے آئندہ جھگا پاڑا مارا جائے گا

اک پیئو نے اپنے کنوارے پتر کو سمجھایا
جس دن بھی تو بنیا لاڑا مارا جائے گا

عبیرابوذری

نمکین غزل

بہت دبلی بہت پتلی حیات ہوتی جاتی ہے
چپاتی رفتہ رفتہ کاغذاتی ہوتی جاتی ہے

ہمارے گال بھی پچکے ہوئے امرود جیسے ہیں
اور ان کی ناک ہے کہ ناشپاتی ہوتی جاتی ہے

ملی ہے حکمرانی دیس کی جب پارساؤں کو
تو اپنی قوم کیوں پھر وارداتی ہوتی جاتی ہے

بجٹ اس کا خسارے کا اور اپنا بھی خسارے میں
حکومت بھی ہماری ہم جماعتی ہوتی جاتی ہے

وہ لندن میں مکیں ہیں اور میں ہوں چچو کی ملیاں میں
ہماری دوستی قلمی دواتی ہوتی جاتی ہے

ہمارے درمیاں بیٹھے ہوئے ہیں افسر اعلیٰ
تبھی تو آج اپنی چوڑی چھاتی ہوتی جاتی ہے

عبیرابوذری

بیماریاں اور بھی ہیں

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
پرے سے پرے سے پراں اور بھی ہیں

ابھی تو تجھے ایک چھینٹی لگی ہے
ابھی تو ترے امتحاں اور بھی ہیں

وہ اک نار ہی تو جلاتی نہیں ہے
محلے میں چنگاریاں اور بھی ہیں

وہ کھڑکی نہیں کھولتی تو نہ کھولے
نظر میں مرے باریاں، اور بھی ہیں

یہاں صرف تھانے ہی بکتے نہیں ہیں
یہاں پر کئی ایسے ''تھاں'' اور بھی ہیں

سمگلنگ کی شوگر، سٹاکنگ کا کینسر
وڈیروں کی بیماریاں اور بھی ہیں

عبیرا تجھے وہ بھی سہنا پڑیں گی
مقدر میں جو سختیاں اور بھی ہیں

دلاور فگار

(ابن انشاء سے معذرت کے ساتھ)

سجی چودھویں کر رات تھی آباد تھا کمرہ ترا
ہوتی رہی دھن تک دھنا بجتا رہا طبلہ ترا

.... شناسا، آشنا، ہمسایہ، عاشق نامہ بر
.... تھا تیری بزم میں ہر چاہنے والا ترا

.... ہیں جتنے دیدہ ور تو سب کا منظور نظر
.... ترا، پچا ترا، ایرا ترا، غیرا ترا

.... شخص آیا بزم میں جیسے سیاہی رزم میں
.... نے کہا یہ باپ ہے، کچھ نے کہا بیٹا ترا

.......بھی تھا حاضر بزم میں جب تو نے دیکھا ہی نہیں
.... بھی اٹھا کر چل دیا بالکل نیا جوتا ترا

.... اک ڈاکے میں کل دونوں نے مل کر لوٹا ہے
.... اب یہ کہتا ہے آدھا مرا آدھا ترا

مجذوب چشتی

اپنا تو بن

دو بجے تھے رات کے ہر سمت تھا گہرا سکوت
اور میں فرما رہا تھا شوق سے مشق سخن
جاگ اٹھی بیگم اچانک اور یہ کہنے لگی
'' تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن ''

انتہا

مرے گھر پانچ بچے ہو گئے ہیں تین سالوں میں
محبت کی یہی ہے ابتدا تو انتہا کیا ہے
میرا ہمسایہ لے آیا ہے اپنے گھر کلر ٹی وی
میری بیوی نے پوچھا ہے بتا تیری رضا کیا ہے

سیاست

کھانے کی میز گھر میں سیاست کی میز ہے
چمچے ہی سب کے ہاتھ میں چلتے ہیں رات دن
بیوی میاں میں جنگ چھری اقتدار کی
بچوں کے جوڑ توڑ میں کٹتے ہیں رات دن

ظریف جبلپوری

جو بیوی سے لڑا کرتے ہیں

جھوٹے عاشق جو ہیں، وہ آہ و بکا کرتے ہیں
ہم شب ہجر مین اخبار پڑھا کرتے ہیں

یہ ترقی کا زمانہ ہے، ترے عاشق پر
انگلیاں اٹھتی تھیں، اب ہاتھ اٹھا کرتے ہیں

مرد میداں تو ہیں وہ مرد، جو کرتے ہیں جہاد
ان کو کیا کہیے، جو بیوی سے لڑا کرتے ہیں

ایکسیڈنٹ نگاہوں کا نئی بات نہیں
حادثے ایسے کراچی میں ہوا کرتے ہیں

ہم کو ان کے اہل خانہ سے تعلق ہی نہیں
عاشقوں کے لیے یہ یوں ہی بکا کرتے ہیں

عشق میں ایک مزا یہ ہے کہ ناصح ہو خفا
یوں تو ہر حال میں دونوں ہی مزا کرتے ہیں

سب مجھے ڈانٹتے ہیں دل کے لگانے پہ، مگر
ان سے کوئی نہیں کہتا کہ وہ کیا کرتے ہیں

تنگ آ کر ترے نخروں سے ترے غمزدوں سے
اپنے بدلے ترے مرنے کی دعا کرتے ہیں

وہ مسیحا تو ہیں، مُردوں کو جلاتے ہیں ظریف
ان سے پوچھے کوئی خارش کی دوا کرتے ہیں؟

ظریف جبلپوری

ڈھلتے ڈھلتے

شعر ڈھلیں گے ڈھلتے ڈھلتے
دال گلے گی گلتے گلتے

راہ وفا میں عشق کا ٹٹو
اڑ جاتا ہے چلتے چلتے

حسن کے ہاتھوں عشق کا انڈا
جل جاتا ہے تلتے تلتے

ہجر کی گھڑیاں ناول پڑھ کر
ٹل جاتی ہیں ٹلتے ٹلتے

خانہ دل میں شمع محبت
ہو گئی ٹھنڈی جلتے جلتے

مرغ آبی، خانگی مرغا
بن جاتا ہے پلتے پلتے

علامہ پاکٹ مار

تصویر

ہوش آتا ہے جب ذرا ہم کو
دل کی تاثیر دیکھ لیتے ہیں
روزہ افطار کر کے ہم اکثر
تیری تصویر دیکھ لیتے ہیں

شوق فرمائیں

سخت مہنگا ہے آج کل آٹا
تم کہو ہم غریب کیا کھائیں
بے نیازی سے کہہ گئے اتنا
آپ بسکٹ سے شوق فرمائیں

سابقہ وزیر نہیں

میں کسی جرم کا اسیر نہیں
میرے کردار کی نظیر نہیں
کیوں جھجکتی ہو مجھ کو ملنے سے
میں کوئی سابقہ وزیر نہیں

شاہد الوری

پچپن برس کی!

میک اپ سے ان کے کھا ہی گیا دل مرا فریب
اب آپ بتائیں کہوں کیا نظر کو میں

دیکھا قریب سے تو وہ پچپن برس کی تھیں
” حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں “

شبنم افشانی

کہہ رہا تھا قبر پر بیٹا بچشم اشکبار
راہ میں میری بھی پیدا حق یہ آسانی کرے
میرے ابا تو نے رشوت سے کرائے سب کو عیش
” آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے “

کثرت اولاد

جن کے بچوں کی ہو گھر میں ایک ٹیم
چین میں ہیں مستحق انعام کے
کثرت اولاد نے مارا ہمیں
” ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے “

خالد عرفان

امپورٹڈ بیوی

بجائے کار وہ بیوی نئی امپورٹ کرتے ہیں
اگرچہ اس بکھیڑے میں بھی پیسہ کم نہیں لگتا
کہا اک شخص نے امپورٹڈ بیوی کے بارے میں
یہ وہ دولت ہے جس کا پورٹ پر کسٹم نہیں لگتا

چھٹی

میری محبوبیت میں آ گئی اک غیر مسلم بھی
یہ سوچا ہے کہ دے دوں اس رخ گلنار کو چھٹی
مگر مسئلہ یہ ہے ملاقات اس سے کیسے ہو
مجھے جمعہ کو ملتی ہے اسے اتوار کو چھٹی

تعارف اللہ خاوری

بیلن

(وصی شاہ کی مشہور نظم کنگن کی پیروڈی)

کاش میں بھی تیرے گھر کا کوئی بیلن ہوتا
تو بڑے غصے سے، نفرت سے، بہت زور کے ساتھ
اپنے شوہر کے بھدے سر پہ جماتی مجھ کو
او بے تابی سے ہنگامہ گراں لمحوں میں

تو بڑے زور سے سر پہ سے گھماتی مجھ کو
میں بجانب تیرے شوہر جو لپک سا جاتا
تو بڑے موڈ میں آ کر مجھے چوما کرتی
تیرا شوہر تیری حرکت پہ بھڑک سا جاتا
اور جب تو کبھی مطبخ کے سفر پر آتی
مر مریں ہاتھ میں جب مجھ کو اٹھایا کرتی
میں ترے کان بھی بھرتا کئی باتیں کرتا
تجھ کو شوہر سے لڑائی پہ آمادہ کرتا
جب تو شوہر کی طرف پھینکنے لگتی جاناں
اس کے بوتھے کو قسم ہے کہ میں چیرا کرتا
مجھ کو بے تاب رکھتا ہے رقابت کا نشہ
میں ترے پیار میں خوش ہو کے اچھلتا رہتا
تیرے شوہر کی نگاہوں میں کھٹکتا رہتا
کچھ نہیں تو یہی بے نام سا بندھن ہوتا
کاش میں بھی تیرے گھر کا کوئی بیلن ہوتا

اختر شیرانی

مطائبہ

(جناب اختر شیرانی ابن بطوطہ کے نام سے مزاحیہ شاعری کرتے تھے)

پوسٹ مین اس بت کا خط لاتا نہیں
اور جو لاتا ہے پڑھا جاتا نہیں

عاشقی سے کیوں ہم استعفیٰ نہ دیں
ہوٹلوں کا بلدیا جاتا نہیں

شیخ جی موٹر پر حج کو جایئے
عہد نو میں اونٹ کام آتا نہیں

بوسہ لیں اس سرد قد کا کس طرح
تاڑ پر ہم سے چڑھا جاتا نہیں

عاشقوں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں
کیوں بے قاصد جا کے سمجھاتا نہیں

رات دن فرمائشیں زیور کی ہیں
ہم سے اب عشق رہا جاتا نہیں

عبیرابوذری

سخی سیٹھ

اک دن اک وچاری مائی
وڈھے سیٹھ دی کوٹھی آئی

آکھن لگی کُڑی جوان ایں
میں آں بیوہ بُڈھڑی جان ایں

بھانڈے مانجاں کراں مجوری
روٹی دال سُیں ہُندی پوری

کڑی نوں بُوہیوں کِویں اُٹھاواں
پیسہ دھیلا کِتھوں لاواں

ڈُونگھی سوچیں ڈُبی ہوئی آں
غم دے کھوبے کھُبّی ہوئی آں

مدد کر کے بھار ونڈاؤ
اجر ثواب خدا توں پاؤ

اللہ تہانوں ہور وَدھاوے
کیتا دان نہ ورتھا جاوے

سیٹھ نے سُنیاں دُکھ دِیاں گلاں
سینے وجیاں کُھبّیاں سَلاّں

ہنجُو آ گئے اَکھاں اندر
جیوں چنگیاڑے ککھاں اندر

دُکھڑے سُن کے رہ نہ سکیاں
ہاڑے ہو کے سہہ نہ سکیا

رب دے خوفوں کمبیا ڈریا
لماں سارا ہَوُکا بھریا

اوسے ویلے چابی کڈھی
کھولی اِک تجوری وَڈّی

ٹوٹاں دے سَن تھئیاں تھبے
بَھرے بَھرائے خانے سبھے

سوچیا بُھڈّ تے اَنگل دھر کے
عینک ذرا کو اُچّی کر کے

ویکھیا چاکھیا چار چوفیرا
کھچّیا فیر دراز وَڈیرا

کر کے جگرا بھر مردانہ
کڈھ کے دتا وَڈّا آنہ

عبیر ابوذری

پُلس نوں آکھاں رشوت خور تے فیدہ کیہہ

پُلس نوں آکھاں رشوت خور تے فیدہ کی
پچھوں کردا پھراں ٹکور تے فیدہ کیہہ

جھاڑو نال بناون مور تے فیدہ کی
بوتھی ہو جائے ہور دی ہور تے فیدہ کیہہ

کولوں پان بناون چور تے فیدہ کی
پھڑکے اندر دین دھسور تے فیدہ کیہہ

اک سونو وچ پھڑ دے نیں پھڑ دے رہن
ست اِکو نجاجڑ دے نیں تے جڑ دے رہن

خلق دپیتے جھڑدے نیں تے جھڑدے رہن
دیکھن والے سڑدے نیں تے سڑ دے رہن

میں جے چیکاں پاواں شور تے فیدہ کی
پچھوں کردا پھراں ٹکور تے فیدہ کیہہ

بساں لٹیاں جاندیاں نیں تے صبر شکر
سنگھیاں گھٹیاں جاندیاں نیں تے صبر شکر

کُتیاں پُٹیاں جاندیاں نیں تے صبر شکر
عِزتاں لُٹیاں جاندیاں نیں تے صبر شکر

جے میں آکھ دیاں کجھُ ہور تے فیدہ کی
پچھوں کردا پھراں ٹکور تے فیدہ کیہہ

کلی پُلس دے وچ ای رشوت خوری سُئیں
کہڑا شعبہ اے جتھے ایہہ کمزوری سُئیں

کہڑے مال گودامے ہندی چوری سُئیں
کہڑے امبر سر وچ گنج دی موری سئیں

افسر جے نہ ورتن زور تے فیدہ کیہہ
پُلس نوں آکھاں رشوت خور تے فیدہ کیہہ

مجید لاہوری

آزادی

ذہن میں اب تک لوگوں کے آزادی کا مفہوم نہیں
آزادی ہے کس چڑیا کا نام انھیں معلوم نہیں

وہ سمجھے ہیں، ہم کو رشوت لینے کی آزادی ہے

'' فور ٹوِنٹی '' کرنے، دھوکا دینے کی آزادی ہے

آزادی ہے چیزیں بھر لیں ہم ساری ''گوداموں'' میں

''بلیک'' کریں ان چیزوں کی بیچیں مہنگے داموں میں

وہ سمجھے ہیں، آزادی ہے ہم کو ''گھپلا'' کرنے کی

سب کی جیبیں خالی کر کے اپنی تجوری بھرنے کی

آزادی کا مطلب ہے ہر فراڈ کریں آزادی سے

اپنے گھر کی آبادی ہے لوگوں کی بربادی سے

بھاڑ میں جائیں لوگ مگر لازم ہے ہم آباد رہیں

وہ ہیں ''مردہ باد'' تو کیا غم ہم تو ''زندہ باد'' رہیں

ذہن میں اب تک لوگوں کے آزادی کا مفہوم نہیں

آزادی ہے کس چڑیا کا نام انھیں معلوم نہیں

مجید لاہوری

منکہ ایک منسٹر

مرغیوں پر بھی میں کر سکتا ہوں اظہارِ خیال

اور سانڈوں پر بھی ہوں محفل میں سرگرم مقال

ریس کے گھوڑوں پہ بھی تقریر کر سکتا ہوں میں

اکبؔر و اقباؔل کی تفسیر کر سکتا ہوں میں

ہومیو پیتھک ہو یا دندان سازی کا کمال

باغبانی ہو کہ ہو رومی و رازی کا کمال
بات پھولوں کی ہو یا قومی ترانے کا بیاں
چاٹ ہو بارہ مسالے کی کہ ہو اُردو زباں
بو علی سینا کی حکمت، بات افلاطون کی
ایگریکلچر ہو یا شق ہو کوئی قانون کی
داغ کا دیوان ہو یا ہو وہ ایٹم بم کا راز
ماہی گیری ہو کہ ربط و ضبط محمود و ایاز
مسئلہ تاریخ کا یا مبحثہ ہو علم کا
فلسفہ ''گلقند'' کا ہو یا ہو قِصہ فلم کا
کشتۂ فولاد ہو یا شربت انار ہو
ہے ضروری، سب پہ میری رائے کا اظہار ہو
'' مدّعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا''
شوق ہے دل میں مگر قرآن کی تفسیر کا
جتنے بھی شعبے ہیں، میں ان سب پہ ہوں چھایا ہوا
ہوں منسٹر مُستند ہے میرا فرمایا ہوا!

مجید لاہوری

امیر بچے کی دُعا

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی سیٹھ کی صورت ہو خدایا میری

''لیاری کواٹر'' میں مرے دم سے اندھیرا ہو جائے
میرے ''شیمبر'' میں اُجالا ہی اُجالا ہو جائے

ہو مرے دم سے یونہی میرے کلب کی زینت
جس طرح چاند سے ہو جاتی ہے شب کی زینت

زندگی ہو میری ''قارون'' کی صورت یارب
''نیشنل بنک'' سے ہو مجھ کو محبت یارب
ہو مرا کام امیروں کی حمایت، کرنا
درد مندوں سے غریبوں سے عداوت کرنا

میرے اللہ! بھلائی سے بچانا مجھے کو
جو بُری راہ ہو، بس اس پہ چلانا مجھ کو

مجید لاہوری

''غرارہ''

دامن وضع کہن جب پارہ پارہ ہو گیا
اُوڑھنی مفلر بنی بُرقع ''غرارہ'' ہو گیا

''موڈ''

پینے کا ''موڈ'' ہے نہ پلانے کا ''موڈ'' ہے
ان سے فقط نِگاہ ملانے کا ''موڈ'' ہے

نکتہ چینی

اب بھی کی تم نکتہ چینی سے نہیں باز آؤ گے
اب '' ڈبل'' سرکار نے چینی کا کوٹہ کر دیا!

حلوہ اور پیسٹری

یہی نکتہ ہے، پنہاں جس میں رازِ کفر و ایماں ہے
کہ کافر ''پیسٹری'' ہے بالیقیں ''حلوہ'' مسلماں ہے

چندہ

ہے تمھیں درکار اگر جنت کا ''پرمٹ'' مومنو!
لاؤ چندہ! ''مولوی گل شیر خاں'' کے واسطے

مجید لاہوری

دل کی قیمت

کاش ہوتی کبھی اتنی مرے ''دل کی'' قیمت
جتنی بازار میں ہے برف کی سِل کی قیمت

نیا ہسپتال

''رمضان کے مریض'' ہیں زیرِ علاج سب!
''ہوٹل'' ہے جس کا نام وہ اک ہسپتال ہے

''لنچ اور ڈِنر''

فکرِ سحری ہے نہ کچھ خواہش افطاری ہے
ہوٹلوں میں وہی لنچ اور ڈنر جاری ہے

''بڑا صاحب''

ہم سے ملتا نہیں ''بڑا صاحب''
بن نہ جائے کہیں خدا، صاحب

نمائش

مرغیوں کی اور سانڈوں کی نمائش ہو چکی!
اب گدھوں کی اور اونٹوں کی نمائش کیجیے

مجید لاہوری

گھریلو صنعت

گھریلو صنعتیں ہیں اور بھی یوں تو مگر پھر بھی
ہر اک صنعت سے نمبر لے گئی صنعت غرارے کی

کھیت میں

بوئے ''ریفیوجی وزارت'' نے جو آلُو کھیت میں
آدمی بن کر وہ اُگ آئے ہیں ''لالُوکھیت'' میں

''میلے''

ہمیں کیا، نمائش میں میلے رہیں گے
تہہِ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے!

مُرغیاں

کہاں مُرغِ دل اور کہاں مُرغیاں
ہیں اس پر مگر مہرباں مُرغیاں

مزدور کیڈر

لگاتا ہے جلسہ میں ''روٹی'' کے نعرے
مگر کیک کھاتا ہے مزدور کیڈر!

مجید لاہوری

یو این او

راہ پر اُس بُت کو لانا ہی پڑا
ہم کو ''یو، این، او'' میں جانا ہی پڑا

بہار آئی ہے

کل یہ رمضانی نے ہُندو سے کہا اے بھائی
ہم ہیں فٹ پاتھ پہ، بنگلوں میں بہار آئی ہے

جنبش قلم

ایک جنبش سے قلم کی کاتب تقدیر نے
مس کو مِسٹر اور مِسٹر کو منسٹر کر دیا

''ٹور''

طبع نازک پہ جو ماہِ رمضان بھاری ہے
خیر سے ایک نئے ''ٹور'' کی تیاری ہے

خیر مقدم

ہے کون ''پردہ نشیں'' جس کی آمد آمد ہے
یہ ہوٹلوں پہ جو پردے لگائے جاتے ہیں

ایس ایم شجاع

انگلش قافیہ پنجابی ردیف

گھر آ جا چھیتی ماہیا آیا پیار کرن دا سیزن اے
ہُن چھٹی دی تینوں مل گئی اے نہ آون دی ہُن کیہہ ریزن اے
روز بیٹھ بیٹھ کے ٹُر جاناں اے جرماناں اَج بِل دی آخری ڈیٹ اے
اَج پے جاناں اے جرماناں کلرک بادشاہ آج دی لیٹ اے
دانڑیاں والے سیانڑے نے ہُن پیار دی کوئی پرائس سئیں
اوہدے پیار نوں کوئی پُچھدائیں جہدے کول وِیٹ تے رائس سئیں
لَوٹ کے آ جا اَجے دی میں اَج دی تیرا ویٹ کرناں
شائد کِتے توں لبھ جاویں میں شادی نوں پیا لیٹ کرناں
او جنھوں کس لواندا پاس ہو جاندا او کامیای دی بیل سی
پر آپی جدوں اونے امتحان دتا پنجاں کتاباں چوں فیل سی
جدوں ویکھیا اک دن نیناں نوں میں سمجھیا میری لائف اے
پر بعد وِچ مینوں اے پتا لگا ایہہ تے شیدے نائی دی وائف اے
ہر پاسے نعرے وجدے نے آیا سر تے فیر الیکشن اے
ہُن مُلک نوں کِس کِس کھانڑاں اے ہونڑی اوہناں دی فیر سلیکشن اے
ساری دنیا پھر پھر کے اِک چہرے نوں میں سلیکٹ کیتا
ساری کیتی کرائی کھو پے گئی جدوں اونے مینوں ریجیکٹ کیتا
میں پیار جدوں دی کیتا اے ہر پیار دا اِک رزلٹ اے
لا کے قیمت پیار دی سَب نے کِیتی اِنسلٹ اے

ایس ایم شجاع

ویاہ

ویاہ کرایا تھا دل لگی کے لیے
بن گیا روگ زندگی کے لیے
مجھ سے کہتی ہے مُنے کو دھو کر
جلدی فیڈر بنا مُنّی کے لیے
نیل پالش کریم مسکارہ
کبھی ناراض سُرخی کے لیے
ٹی وی مانگے بہنِ کی شادی پر
کبھی جُھمکے ٹِکا پُھپھی کے لیے
اماں اب توں ہو گیا وکھرا
بے وفا بس تیری خوشی کے لیے
مان کر دل کی بات شادی کی
اب یہ کہتا ہے خود کشی کے لیے
اِک رجسٹر بنا لیا میں نے
تیراں بچوں کی حاضری کے لیے
چھ کو ٹٹیاں ہیں چھ کو تاپ چڑھا
اک کا شربت لیا کھانسی کے لیے
دیکھے حالت کوئی شجاؔع تیری
کبھی راضی نہ ہو شادی کے لیے

ضیاءالحق قاسمی

تھانے، زنانے

بنائے جا رہے ہیں اور تھانے
یہ ہوں گے سب کے سب خالص زنانے
وہیں نزدیک مردانہ بھی ہوں گے
بنیں گے ان کے آپس کے افسانے

آسانی

مفلسی نے وہ مسائل گھر میں پیدا کر دیے
بدگماں مجھ سے مرے منے کی اماں ہو گئیں
لے کے بچوں کو چلیں وہ آج میکے کی طرف
''مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں''

ٹیلی فون

آج تک ہوتا رہا ہے میرے ارمانوں کا خون
دس برس کے بعد آخر مل گیا ہے ٹیلی فون
میرے گھر اہل محلّہ رات تک آتے رہے
اور مبارکبادیوں کے پھول برساتے رہے

مہمان عزیز

ایک سردار جی بیٹھے تھے لنگوٹی باندھے

صرف ٹائی تھی گلے میں نہ تھا کرتہ نہ قمیض

ان سے پوچھا تو بڑے زور سے ہنس کر بولے

’’ شاید آجائے کہیں سے کوئی مہمان عزیز‘‘

مرزا عاصی اختر

شگفتہ غزل

اک نوٹ بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ

دیکھی پولیس تو کھینچ لیے مسکرا کے ہاتھ

’’انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ‘‘

بھڑکی کی جونس تو چھوڑ دیے سٹپٹا کے ہاتھ

چشم زدن میں دے کے اڑنگا پٹخ دیا

ٹاٹا وہ کر رہے ہیں ہمیں اب ہلا کے ہاتھ

سائن نکاح نامے پہ کس شوق سے کیے

اب دیتے پھر رہے ہو دہائی کٹا کے ہاتھ

یہ کیا خبر تھی ہاتھ میں ہوگی یہ ہتھکڑی

پچھتا رہے ہیں ہم تو تمھارے بٹا کے ہاتھ

پوچھا نفی کا ہم نے جو استاد سے سوال

سمجھا دیا جناب نے فوراً گھما کے ہاتھ

غصے سے چائے دینا ترا آج تک ہے یاد

’’منہ پھیر کر ادھر کو ادھر کو بڑھا کے ہاتھ‘‘

پندرہ ہزار عاصؔی سے اینٹھے دبا کے پاؤں

دس اور لے گئے ہیں وہ اس کا دبا کے ہاتھ

شہاب ظفر

نمکین غزل

کام کسی کا ہوتا ہے
نام کسی کا ہوتا ہے
Boss کو سمجھو نہ اماں
رام کسی کا ہوتا ہے
انکل سب کے ہیں لیکن
سآم کسی کا ہوتا ہے
ہاتھ لگا لیں اپنے گل.....
فام کسی کا ہوتا ہے
درد کسی کے سر میں ہے
Balm کسی کا ہوتا ہے
آتا ہے رس جس میں نظر
آم کسی کا ہوتا ہے
میخانے سب جاتے ہیں
جام کسی کا ہوتا ہے
صبح کسی کا ہوتا ہے
شام کسی کا ہوتا ہے
بک جاتے ہیں ہم ارزاں

دام کسی کا ہوتا ہے

سیّد سلمان گیلانی

مارگریٹ تے بھاگاں

لَو فیر اج سناواں تہانوں نویں میں اک سٹوری
بھاگاں سی پنجابن مارگریٹ انگلینڈ دی گوری

اِک دُوجی نوں پچھن گھر دے بھیت اوہ گلِیں باتیں
کیہہ کرنی ایں دِنے توں اڑیئے کیہہ کرنی ایں راتیں

میم نے اپنی گل گلابی اُردو وِش سمجھائی
اپنے انگریزی کلچر دی اِنج اوس جھلک دکھائی

ہول دی ڈے ہم دفتر رہتا شام کو آتا ہائے
ہزبینڈ نائٹ ڈیوٹی پر پھر فیکٹری جاتا ہائے

اکثر ڈنر بھی ہم باہر سے جا کر ہائے کھاتا
سونے کا بس واسطے سمجھو گھر کو ہائے آتا

مرگریٹ دی گل بھاگاں نے سنی حیرانی نال
آکھن لگی توبہ ایڈا ظلم جوانی نال

میم نے آکھیا بھاگاں اب ٹُم اپنا بات بٹاؤ
ٹُم لوگوں کا کیا ہے وے آف لائف ہمیں سناؤ

کہاں پہ سروس کرٹا ہائے ٹُم کہاں پہ ہے ڈفٹر
کب ڈیوٹی آف ہائے ہوٹا کب آٹا ہائے گھر

آکھن لگی بھاگاں اڑیئے تیرا اے غلط خیال
اسی زنانیاں دفتر جایئے ساڈی کیہہ اے مجال

میم نے حیرانی نال پُچھیا ''ٹُم ڈفٹر نہیں جاٹا''
یعنی وومین گھر میں رہٹا مین ہے صرف کماٹا

ویل بھاگاں جب پاکسٹانی وومن گھر رہٹا ہاے
ٹائم گزارنے کا بارے میں پھر ٹُم کیا کھٹا ہائے

بھاگاں بولی ''کُجھ نہ پُچھ توں گوریئے ساڈے بارے
کیہہ دساں میں ایتھے زنانی کینویں ٹیم گزارے

لے سن دین لگی آں تینوں اپنی مثال نی اڑیئے
تینوں دسن لگی آں اپنی قوم دا حال نی اڑیئے

ایتھے جیہڑا بہتا غریب اے اوہدے نے بال زیادہ
میرے گھر دے جیئیاں چ ہندہ اے ہر سال اک دا وادھا

دھیواں نمبر اے اہدا میری کُچھڑ چ اے جیہڑی نکی
اکیویں صدی چ داخل ہونا اے کر کے پورے 21 اکی

اسرار اشفاق

سیلابِ کرم

جب کہا تھا آؤ تو آتے نہ تھے
بِن کہے اَب بار بار آنے لگے
یا کبھی وہ بے رخی یا یہ کرم
ساتھ بچوں کو بھی اب لانے لگے

فنی خرابی

عشق میں فنی خرابی کے سبب
منقطع ہی ہو گیا سب سلسلہ
اس طرح ٹوٹا ہے اُن سے واسطہ
جس طرح ٹی وی میں ٹوٹے رابطہ

اسرار اشفاق

ماڈرن عشق

اَور بھی چیزیں بہت سی لُٹ چکی ہیں دل کے ساتھ
یہ بتایا دوستوں نے عشق فرمانے کے بعد
اس لیے کمرے کی اک اک چیز چیک کرتا ہوں میں
''اِک ترے آنے سے پہلے اِک ترے جانے کے بعد''

حساب کتاب

ملی جو پہلی کو تنخواہ ریس میں ہاری
''گنوا کے آیا کہاں ہے مجھے جواب تو دے''
کہا یہ بیوی نے جل کر'' یہ کی ہے کس کی نذر؟
تو پیسے گر نہیں دیتا نہ دے حساب تو دے''

اطہر شاہ خان جیدی

نمکین غزل

یہ تیری زُلف کا کُنڈل تو مجھے مار چلا
جس پہ قانون بھی لاگو ہو وہ ہتھیار چلا
پیٹ ہی پھول گیا اتنے خمیرے کھا کر

تیری حکمت نہ چلی اور ترِا بیمار چلا
بیویاں چار ہیں اور پھر بھی حسینوں سے شغف!
بھائی تو بیٹھ کے آرام سے گھر بار چلا!
جرتِ عشق نہیں دیتا، نہ دے بھاڑ میں جا
لے ترے دام سے اَب تیرا گرفتار چلا
سنسنی خیز اُسے اور کوئی شے نہ ملی
میری تصویر سے وہ شام کا اخبار چلا
یہ بھی اچھا ہے کہ صحرا میں بنایا ہے مکاں
اَب کرائے پہ یہیں سایۂ دیوار چلا
اِک اداکار رُکا ہے تو ہوا اتنا ہجوم!!
مُڑ کے دیکھا نہ کِسی نے جو قلمکار چلا
چھیڑ محبوب سے لے ڈوبے گی کشتی جیدؔی
آنکھ سے دیکھ اُسے ہاتھ سے پتوار چلا

اطہر شاہ خان جیدی

بالغِ نظر

داخلہ اس نے کالج میں کیا لے لیا
لڑکیوں میں بڑا معتبر ہو گیا
کھڑکیوں سے نظر اُس کی ہٹتی نہیں
میرا بیٹا تو بالغ نظر ہو گیا!!

فیملی

''صاحب زادے کرتے کیا ہیں؟''
''جب دیکھو فارغ پھرتے ہیں یا پیتے تمباکو ہیں!''
لڑکے کی اماں یہ بولیں.....کام کرے اُس کی جوتی
''دو بھائی بھتہ لیتے ہیں، ابا خیر سے ڈاکو ہیں!''

''ماموں''

ناکام محبت کا ہر اِک دُکھ سہنا
ہر حال میں انجام سے ڈرتے رہنا
قدرت کا بڑا انتقام ہے جیدیؔ
محبوبہ کی اولاد کا ''ماموں'' کہنا!

انعام الحق جاوید

غزل

محبت اس قدر بھی غیر ارادی ہو نہیں سکتی
کہ ہو اس شخص سے جس سے کہ شادی ہو نہیں سکتی

کئی اک بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو جس کا
وہ نانی بن تو سکتی ہے وہ دادی ہو نہیں سکتی

وہ اک سرکاری افسر جس کی گھر والی ہو استانی
کبھی بھی اس کی رائے انفرادی ہو نہیں سکتی

اصولی بات ہے بے شک تم اس کا تجربہ کر لو
نہ کھاتا ہو جو رشوت اس کو بادی ہو نہیں سکتی

نہیں معلوم باورچی کہاں سے تم نے منگوایا
وگر نہ دال اتنی بے سوادی ہو نہیں سکتی

انعام الحق جاوید

عقد لاثانی

کون کہتا ہے کہ حرکت گیر انسانی ہے یہ
پھر بھی یک دم آل پاکستان حیرانی ہے یہ
کیا بتاؤں خیر سے دادا ہیں وہ نانی ہے یہ
عقدِ ثانی توبہ، توبہ عقد لاثانی ہے یہ

ڈائیٹنگ

کار میں بیٹھ کے روزانہ وہ پیدل سیر کو جاتا ہے
مرغ مرغن کھاتا ہے اور ڈائیٹنگ بھی فرماتا ہے

چینی والی چائے کو تو بالکل زہر سمجھتا ہے
لنچ کے بعد البتہ گڑ کا حلوہ کھاتا جاتا ہے

ڈاک خانہ

اِک ملازم ڈاک خانہ سے جو ریٹائر ہوا
الوداعی چائے میں کی ساتھیوں نے التجا
تیس سالہ نوکری کے تجربے کی آڑ میں
جاتے جاتے کیجئے کوئی نصیحت بر ملا
جھٹ سے وہ بولا! نصیحت پر تو لعنت بھیجئے
میری پنشن کا جو چیک ہو ڈاک سے مت بھیجئے

انور مسعود

غزل

تجھے مجھ سے مجھ کو تجھ سے جو بہت ہی پیار ہوتا
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

ترا ہر مرض الجھتا میری جانِ ناتواں سے
جو تجھے زکام ہوتا تو مجھے بخار ہوتا

جو میں تجھ کو یاد کرتا تجھے چھینکنا بھی پڑتا
مرے ساتھ بھی یقیناً یہی بار بار ہوتا

کسی چوک میں لگاتے کوئی چوڑیوں کا کھوکھا
ترے شہر میں بھی اپنا کوئی کاروبار ہوتا

غم و رنج عاشقانہ نہیں کیلکو لیٹرانہ
اسے میں شمار کرتا جو نہ بے شمار ہوتا

وہاں زیر بحث آتے خط و خال و خوئے خوباں
غم عشق پر جو انورؔ کوئی سیمینار ہوتا

انور مسعود

ہکلی غزل

کَ کَ کیا گلہ زَ زَ زندگی جو سعوبتوں کا سفر ہوئی
غَ غَ غم نہیں تہِ آسماں جَ جَ جس طرح بھی بسر ہوئی

دَ دَ درد ناک غضب کی تھی دَ دَ داستانِ الم مری
کَ کَ کوئی بھی تو نہ تھا وہاں جَ جَ جس کی آنکھ نہ تر ہوئی

چَ چَ چپکے چپکے چلا کیا چ چَ چشم ناز سے سلسلہ
نہ کسی کو بھی کسی بات کی کَ کَ کانوں کان خبر ہوئی

رَ رَ روشنی بھی ذرا ذرا تَ تَ تیرگی بھی ذرا ذرا

کَ کَ کچھ بھی مجھ کو خبر نہیں شَ شَ شام ہے کہ سحر ہوئی

ہے نمود فصل بہار کی جَ جَ جا بجا مَ مَ مختلف
لَ لَ لال چہرہ گل ہوا سَ سَ سبز شاخِ شجر ہوئی

غَ غَ غیر کو بھی وہی ملا جو ترا نصیب تھا انورا
یَ یَ یار کی نظرِ کرم نہ اِدھر ہوئی نہ اُدھر ہوئی

انور مسعود

رب نہ دکھائے

توبہ توبہ!
ننگا پنڈا
ننگا سینہ
بڑا سینہ
ڈش اینٹینا

لاثانی زنانی

اپنی زوجہ کے تعارف میں کہا ایک شخص نے
دل سے ان کا معترف ہوں میں زبانی ہی نہیں
چائے بھی اچھی بناتی ہے میری بیگم مگر

منہ بنانے میں تو ان کا کوئی ثانی ہی نہیں

میزبان

اِک ٹریفک انسپکٹر اس طرح گویا ہوا
کثرتِ خوراک سے کچھ اور برکت ہوگئی
توند میری ہو گئی ہے میز کی صورت دراز
اور بھی چالان لکھنے میں سہولت ہوگئی

پدر تمام کند

بھینس رکھنے کا تکلّف ہم سے ہو سکتا نہیں
ہم نے سوکھے دودھ کا ڈبا جو ہے رکھا ہوا
گھر میں رکھیں غیر محرم کو ملازم کس لیے
کام کرنے کے لیے ابا جو ہے رکھا ہوا

تُرکی بہ تُرکی

اپنی زوجہ سے کہا ایک مولوی نے نیک بخت
تیری تربت پہ لکھیں تحریر کس مفہوم کی
اہلیہ بولی عبارت سب سے موزوں ہے یہی
دفن ہے بیوہ یہاں پر مولوی مرحوم کی

ایک بیرا دوسرے سے

اتنے سادہ لوگ مین نے آج تک دیکھے نہیں
چائے پینے کے لیے ہوٹل میں کیسے آ گئے
کاغذوں کو بھی بچارے خوردنی سمجھا کیے
پیسٹری کے ساتھ اس کا پیرہن بھی کھا گئے

بیدل جونپوری

غزل

تھا وہ چپڑاسی مگر دیکھا تو افسر سا لگا
رشوتوں کا مال اس کو شیر مادر سا لگا

اس کا بھدا سا بدن ''میک اپ'' میں مرمر سا لگا
غازہ اس کثرت سے تھوپا تھا پلستر سا لگا

قیس کس ارمان سے آیا تھا دولہا بن کے آج
ماڈرن لیلیٰ کو لیکن ایک جوکر سا لگا

کل نئی بیگم جو شاپنگ کے لیے گھر سے چلیں

شوہر بیچارہ ان کے ساتھ شوفر سا لگا

کیسی حیرتناک ہیں واعظ کی نو سربازیاں
مولوی کو مولوی مسٹر کو مسٹر سا لگا

جب کہا بیگم نے بیدل پاؤں میرے دابنا
دل کچھ اتنا خوش ہوا یہ حکم ''آنر'' سا لگا

بیدل جونپوری

جھوٹا محبوب

تم رکھ سے نہ پاس ذرا اپنے قول کا
اس بار بھی بدل گئے ہر بار کی طرح
وعدہ کیا تھا رات کو آنے کا پر نہ آئے
جھوٹے ہو تم بھی شام کے اخبار کی طرح

خالد مسعود خان

چھوٹی سی خواہش

ساڈے جواراد ے تھے

کڈے سدھے سادے تھے

ہم نے سوچ رکھا تھا

بن کے ایک دن ممبر

اکو کام کرنا ہے

ایک دو پلازوں کو

چار چھ پلاٹوں کو

پنجی تیہہ مربعوں کو

اپنے نام کرنا ہے

شکر اے خداوندا

تو نے اس نمانے کی

نکی جنی خواہش کو

سن لیا ہے نیڑے سے

دلاور فگار

تری والدہ کوئی اور ہے

نہ مرا مکان ہی بدلا ہے، نہ ترا پتا کوئی اور ہے

مری راہ پھر بھی ہے مختلف، ترا راستہ کوئی اور ہے

پس مرگ خاک ہوئے بدن وہ کفن میں ہوں کہ ہوں بے کفن

نہ مری لحد کوئی اور ہے، نہ تری چتا کوئی اور ہے

وہ جو مہرِ بہرِ نکاح تھا وہ دلہن کا مجھ سے مزاح تھا
یہ تو گھر پہنچ کے پتا چلا میری اہلیہ کوئی اور ہے

مری قاتلہ مری لاش سے یہ بیان لینے کو آئی تھی
نہ دے ملزمہ کو سزا پولیس، میری قاتلہ کوئی اور ہے

جو سجائی جاتی ہے رات کو وہ ہماری بزم خیال ہے
جو سڑک پہ ہوتا ہے رات دن وہ مشاعرہ کوئی اور ہے

کبھی میؔر و داغؔ کی شاعری بھی معاملہ سے حسین تھی
مگر اب جو شعر میں ہوتا ہے وہ معاملہ کوئی اور ہے

تجھے کیا خبر کہ میں کس لیے، تجھے دیکھتا ہوں کن انکھیوں سے
کہ براہِ راست نظارہ میں مجھے دیکھتا کوئی اور ہے

یہ جو تیتر اور چکور ہیں وہی پکڑیں ان کو جو چور ہیں
میں چکور اکور کا کیا کروں مری فاختہ کوئی اور ہے

مجھے ماں کا پیار نہیں ملا مگر اس کا باپ سے کیا گلہ
مری والدہ تو یہ کہتی ہے تری والدہ کوئی اور ہے

دلاور فگار

سکتہ

سکتہ تھا ایک شاعر اعظم کے شعر میں
یہ دیکھ کر تو میں بھی تعجب میں پڑ گیا
پوچھی جو اس کی وجہ تو کہنے لگے جناب
سردی بہت شدید تھی، مصرع سکڑ گیا

غنڈہ

اس خبر پر تو نہیں مجھ کو تعجب اے فگار
ایک غنڈہ حلقہ بجنور میں پکڑا گیا
ہاں اگر تھوڑی سی حیرت ہے تو صرف اس بات پر
کیسا غنڈہ تھا کہ جو اس دور میں پکڑا گیا؟

پٹاخہ

اگرچہ پورا مسلماں تو نہیں لیکن
میں اپنے دین سے رشتہ تو جوڑ سکتا ہوں
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ کچھ نہ سہی
شب برات پٹاخہ تو چھوڑ سکتا ہوں

دلاور فگار

رشوت

حاکم رشوت ستاں فکر گرفتاری نہ کر
کر رہائی کی کوئی آسان صورتِ چھوٹ جا
میں بتاؤں تجھ کو تدبیر رہائی مجھ سے پوچھ
لے کے رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا

انڈے کی قوم

طالبان علم کی نالج کو کیا کہئے فگار
تمدن پڑھتے ہیں تمدن کو روم کہتے ہیں روم
ایک علامہ نے اظہار لیاقت یوں کہا
ملت بیضا کے معنی لکھ دیے، انڈے کی قوم

صلح جو مرغ

بڑے ہی نیک دل صلح جو ہیں یہ شاعر
مشاعروں میں یہ بالجبر لائے جاتے ہیں
بغیر داد کے ان میں جھڑپ نہیں ہوتی
یہ مرغ خود نہیں لڑتے، لڑائے جاتے ہیں

راجہ مہدی علی خان

پنجاب کے دیہات میں اُردو

دو بھائی

میں ماروں گا منع کر اس کو بے بے

جمالا مجھ پہ تھوکیں سوٹا ہے

غمزدہ حسینہ

کیوں بجھاتے ہو دیا اُلفت کا پھوکاں مار کے

چاہتا ہے دل مرا رو واں میں ڈُکاں مار کے

مہمانوازی

بہت سے روغنی ہیں نان اور شورا ہے ککّو کا

ارے اُلو دے پٹھے ما حضر آ کر تناول کر

چچی اور بھتیجی

لگا ہے میز تے کھانا تکلف کر نہ آ چاچی

مرا کہنا نہیں مندی تے جا کھسما نوں کھا چاچی

ڈنگوری اور بے بے

ڈنگوری لے کے پے جا اس کو ابا

مری بے بے نے چوچا مار سُٹیا

اللہ رکھا اور چارپائی

منجی دا پاوا اماں میتھوں نہیں ہے مُٹیا

کل اس پہ اللہ رکھا تشریف رکھ گیا تھا

اے بساز آرزو کہ......

وہ آئے تھے گھر میں سویرے سویرے

رہے مجھ سے لیکن پریرے پریرے

گالی

کُتے دا پُتر کہا کرتے ہو کیوں ابا مجھے

ماں تے کہتی تھی کُتے دا پُتر توں نہیں

جنون اور عشق

جنونِ عشق میں اپنا گریباں پھاڑ دیتا ہوں
وہ ظالم مسکرا کر دو تروپے مار جاتی ہے

دعوت نامہ

اکیلی گر نہیں آتی مرے بلانے پر
کھسم کے ساتھ چلی آ غریب خانے پر

پردہ

جب کسی نے مسکرا کر مجھ پر اک سُٹیا سلام
''دُر پھٹے مُنہ'' کہہ کے میں پردے دے پچھے چھپ گئی

عذر گناہ بدتر از گناہ

سونہہ رب دی مام دین میں کل رات تیرے کو
ملتی ضرور پر مجھے چیتا نہیں رہا

حاورہ اور روزمرہ

تیری گلی دے کُتے ٹانگوں پر واڑتے ہیں
اُوپر سے تو بھی مجھ کو گالی نکالتی ہے

ضرورتِ چشمہ

اے جی چشمہ اَب تو لا دیجئے مجھے
سوئی میں دھاگا بھی اَب پینا نہیں

ڈاکو دلدار

اللہ میں قربان جاؤں اپنے ڈاکو یار کے
جس نے ڈولی وچ بٹھایا مینو ٹھُڈے مار کے

راجہ مہدی علی خان

میرے تکیوں پر لکھے ہوئے اشعار

یہ آرزو ہے کہ سویا رہوں ہزاروں سال
قیامت آئے تو بیگم جگا دینا

.....☆.....

کہا نہ ہمسائی سے میری چغلیاں جانِ بہار
میں نے آنکھیں بند کر لی ہیں مگر سویا نہیں

.....☆.....

تکیے پہ شب کو پانی چھڑک کر میں سو گیا
وہ سمجھیں اُن کے ہجر میں رویا تمام رات

.....☆.....

پانچ چھ تکیوں کو پھیلا کر اُڑھا دو اِک لحاف
بھاگ جاؤ بیویاں سمجھیں گی شوہر گھر میں ہے

.....☆.....

کوشش کروں ہزار نہ آئے گی مجھ کو نیند
تکیہ ہے نرم، بیوی کا برتاؤ سخت ہے

.....☆.....

خدایا کون یہ تکیے پہ میرے لکھ گیا آ کر
ترا سر رنج بالیں ہے تیرا تن بار بستر ہے

.....☆.....

سرفراز شاہد

نمکین غزل

منافع مشترک ہے اور خسارے ایک جیسے ہیں
کہ ہم دونوں کی قسمت کے ستارے ایک جیسے ہیں

میں اک چھوٹا سا افسر ہوں وہ اک موٹا سا ''مِل اونر''ا
مگر دونوں کے انکم گوشوارے ایک جیسے ہیں

''مٹن'' اور دال کی قیمت برابر ہو گئی جب سے
یقین آیا کہ دونوں میں حرارے ایک جیسے ہیں

وہ تھانہ ہو شفاخانہ ہو یا پھر ڈاکخانہ ہو
رفاہ عام کے سارے ادارے ایک جیسے ہیں

اسے ضعف بصیرت ہے اسے ضعف بصارت ہے
ہمارے دیدہ ور سارے کے سارے ایک جیسے ہیں

ہر اک بیگم اگرچہ منفرد ہے اپنی سج دھج میں
مگر جتنے بھی شوہر ہیں بچارے ایک جیسے ہیں

محبت کی کہانی ہو کہ روداد گرانی ہو
ترے اشعار اے شاہد کرارے ایک جیسے ہیں

---

1. Mill Owner.

سرفراز شاہد

بیک وقت

اِدھر ہم سے محفل میں نظریں لڑانا
اُدھر غیر کو دیکھ کر مسکرانا
یہ بھینگی نظر کا نہ ہو شاخسانہ
''کہیں پہ نگاہیں، کہیں پہ نشانہ''

ذریعہ عزت

آفر ہوئی ہے ''جاب'' تو اک ''ابن لکھ پتی''
بولا حضور! اس کی ضرورت نہیں مجھے
سو پشت سے ہے پیشہ آباء سمگلری
کچھ نوکری ذریعہ عزت نہیں مجھے

نہلے پہ دہلا

دیکھا جو زلفِ یار میں کاغذ کا ایک پھول
میں کوٹ میں گلاب لگا کر چلا گیا

پوڈر لگا کے چہرے پہ آئے وہ میرے گھر
میں ان کے گھر خضاب لگا کر چلا گیا

گرانی کا اثر

ہوئی جو دال گراں اور سبزیاں مہنگی
''کچن'' میں جا کے بھلا کیا وہ دلنواز کرے[
معاملاتِ محبت کا اَب یہ عالم ہے
میں پیار پیار کروں اور وہ پیاز پیاز کرے

اقوالِ قائداعظمؒ

ہیں یہ اقوالِ قائداعظمؒ
جو عمل کا پیام دیتے ہیں
ہم دفاتر میں ان کو لٹکا کر
''ڈیکوریشن'' کا کام لیتے ہیں

O اتحاد، تنظیم، یقین، محکم

اُوپر کی کمائی

جس ''کیس'' میں امکاں ہو اُوپر کی کمائی کا
اس کام میں یہ بابو کرتے نہیں کوتاہی
اب چھین کے لیتے ہیں سائل سے وہ ''نذرانہ''

''اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی''

ہیروئن

ہیروئن بیچنے والے سے کہا لیلیٰ نے
یہ جو پوڈر ہے، سنگھادو میرے پروانے کو
یوں ہی مر جائے کسی روز نشے کے ہاتھوں
''کوئی پتھر سے نہ مارے میرے دیوانے کو''

ڈائیٹنگ

آہ بھرتی ہوئی آئی ہو ''سلمنگ سنٹر''
''آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک''
''ڈائیٹنگ'' کھیل نہیں چند دنوں کا بیگم
ایک صدی چاہیے کمرے کو کمر ہونے تک

سیّد ضمیر جعفری

نعرہ زندہ باد کا سر ہو گیا

نعرہ زندہ باد کا سر ہو گیا
کام اپنا بندہ پرور ہو گیا
جو کمیٹی کا بھی ممبر ہو گیا
وہ بھی تقریباً منسٹر ہو گیا
اک ذرا افسر نے مونچھیں چھوڑ دیں
محکمہ سارا مچھندر ہو گیا
اس کی اُردو میں تھی انگریزی بہت
لوگ یہ سمجھے کمشنر ہو گیا
مفلسی میں جس کی داڑھی بڑھ گئی
زینت محراب و ممبر ہو گیا
آپ کچھ شرما کے لیڈر بن گئے
میں ذرا گھبرا کے نوکر ہو گیا
جان محفل تھا خدا بخشے ضمیر
اب تو اک عرصے سے شوہر ہو گیا

سیّد ضمیر جعفری

قبروں کے کتبے

لارڈ کلائیو کی قبر

کلائیو کی یہ بات آئی پسند

کہ وہ مر گیا

ایک جواناں مرگ احمق کی قبر

آنجہانی ایک احمق شخص تھے
یہ تو تھا معلوم مر جائیں گے آپ
لیکن اس پھرتی کے
کیا کہنے؟ جناب!

بیوی کی قبر

میری بیوی قبر میں لیٹی ہے جن ایام سے
وہ بھی آرام سے اور
میں بھی ہوں آرام سے

سیّد ضمیر جعفری

تعارف

کہا یہ اہلیہ نے یہ جو میرا اہلکار ہے
نہ جاؤ ان کے نام پر کہ نام کے حلیم ہیں
نہ جاؤ ان کی شکل پر کی شکل کے یتیم ہیں
برت کے دیکھئے تو یہ خصم نہیں خصیم ہیں

عاشق کی گزارش

اے جانِ جاں جانِ جہاں تزئین دامانِ جہاں
شیدا ترا رسوا ترا میں نا ملاقاتی ترا

آوارہ و بے چارہ میں ایک خادم ذاتی ترا
تم نے کہا تو کون، میں بولا حوالاتی ترا

شوکت تھانوی

وزیر کا فرمان

لوگو مجھے سلام کرو، میں وزیر ہوں
گردن کے ساتھ خود بھی جھکو، میں وزیر ہوں

گردن میں ہار ڈال دو میں جھک سکوں اگر
نعرے بھی کچھ بلند کرو، میں وزیر ہوں

تم ہاتھوں ہاتھ لو مجھے دورہ پر آؤں جب
موٹر کے ساتھ ساتھ چلو، میں وزیر ہوں

لکھے ہیں شاعروں نے قصائد مرے لیے
ایک آدھ نظم تم بھی کہو، میں وزیر ہوں

جو مجھ سے کہنے آؤ خبردار مت کہو
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سنو، میں وزیر ہوں

معذور ہوں میں اپنی وزارت سے بے طرح
تم طرحدار مجھ کو کہو، میں وزیر ہوں

بے شک ہے برہمی سی مری گفتگو کے بیچ
لیکن اَدب سے بات سنو، میں وزیر ہوں

میں وہ نہیں کہ یوسف بے کارواں پھروں
میرا جلوس لے کے چلو، میں وزیر ہوں

اخبار والو سوچ سمجھ کر کرو سوال
جوں شیشیہ میرے منہ نہ لگو، میں وزیر ہوں

مجھ سے قرابتوں کو بس اَب بھول جاؤ تم
اے میرے بھائی بند گدھو، میں وزیر ہوں

مجھ کو تو مل گئی ہے وزارت کی زندگی
مرتے ہو تم تو جاؤ مرو، میں وزیر ہوں

ضیاءالحق قاسمی

نمکین غزل

میں شکار ہوں کسی اور کا مجھے مارتا کوئی اور ہے
مجھے جس نے بکری بنا دیا وہ تو بھیڑیا کوئی اور ہے

کئی سردیاں بھی گزر گئیں میں تو اس کام نہ آسکا
میں لحاف ہوں کسی اور کا مجھے اوڑھتا کوئی اور ہے

مجھے چکروں میں پھنسا دیا مجھے عشق نے تو رلا دیا
میں تو مانگ تھی کسی اور کی مجھے منگتا کوئی اور ہے

میں ٹنگا رہا تھا منڈیر پر کہ کبھی تو آئے گا صحن میں
میں تھا منتظر کسی اور کا مجھے گھورتا کوئی اور ہے

سر بزم مجھ کو اٹھا دیا مجھے مار مار لٹا دیا
مجھے مارتا کوئی اور ہے ولے ہانپتا کوئی اور ہے

مجھے اپنی بیوی پہ فخر ہے مجھے اپنے سالے پہ ناز ہے
نہیں دوش دونوں کا اس میں کچھ مجھے ڈانٹتا کوئی اور ہے

میں تو پھینٹ پھینٹ کے پھٹ گیا میں پھٹا ہوا وہی تاش ہوں
مجھے کھیلتا کوئی اور ہے مجھے پھنٹیتا کوئی اور ہے

مرے رعب میں تو وہ آگیا مرے سامنے تو وہ جھک گیا
مجھے لات کھا کے ہوئی خبر مجھے پیٹتا کوئی اور ہے

ہے عجب نظام زکوٰۃ کا مرے ملک میں مرے دیس میں
اسے کاٹتا کوئی اور ہے اسے بانٹتا کوئی اور ہے

جو گرجتے ہوں وہ برستے ہوں کبھی ایسا ہم نے سنا نہیں
یہاں بھونکتا کوئی اور ہے یہاں کاٹتا کوئی اور ہے

عجب آدمی ہے یہ قاسمی اسے بے قصور ہی جانئیے
یہ تو ڈاکیا ہے جناب من اسے بھیجتا کوئی اور ہے

ضیاءالحق قاسمی

قوم کا لیڈر

حج ادا کرنے گیا تھا قوم کا لیڈر کوئی
سنگباری کے لیے شیطان پر جانا پڑق
ایک کنکر پھینکنے پہ یہ صدائی آئی اسے
تم تو اپنے آدمی تھے تم کو آخر کیا ہوا

مرغ

جب بھی چاہیں مرغ کھا لیتے ہیں دولتمند لوگ
دن کی پابندی نہیں منگل ہو یا اتوار ہو
ہاں مگر مفلس کو کب ہوتا ہے یہ کھانا نصیب

مرغ ہو بیمار یا وہ خود کبھی بیمار ہو

''مدت ہوئی ہے یار کو''

کِس طرح اس سے جان چھڑاؤں میں کیا کروں
مجھ کو ہے یہ خیال ہراساں کیے ہوئے
جانے کا نام ہی نہیں لیتا وہ نیک بخت
''مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے''

عبیرابوزری

مسلسل

رویا ہوں تیری یاد میں دن رات مسلسل
ایسے کبھی ہوتی نہیں برسات مسلسل

کانٹے کی طرح ہوں میں رقیبوں کی نظر میں
رہتے ہیں مری گھات میں چھ سات مسلسل

چہرے کو نئے ڈھب سے سجاتے ہیں وہ ہر روز
بنتے ہیں مری موت کے آلات مسلسل

اجلاس کا عنوان ہے اخلاص و مروت
بد خوئی میں مصروف ہیں حضرات مسلسل

ہم نے تو کوئی چیز بھی ایجاد نہیں کی
آتے ہیں نظر ان کے کمالات مسلسل

کرتے ہیں مساوات کی تبلیغ وہ جوں جوں
بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں طبقات مسلسل

ہر روز کسی شہر میں ہوتے ہیں دھماکے
رہتی ہے مرے دیس میں شب رات مسلسل

ملاؤں نے اسلام کے ٹکڑات کیئے ہیں
مسئلات سے پھیلاتے ہیں نفرات مسلسل

ہر روز وہ ملتے ہیں نئے روپ میں مجھ کو
پڑتے ہیں مری صحت پہ اثرات مسلسل

پیتے نہیں، بنتی ہے تو پھر جاتی کہاں ہے؟
یہ ذہن میں اٹھتے ہیں سوالات مسلسل

امراء کے موافق ہے فضاء دیس مرے کی
کٹتے ہیں جہاں عیش میں لمحات مسلسل

علامہ حسین میر کاشمیری

پیٹوؤں کا ترانہ

تمہیں سے اسے شکم درو توا ہے اور پرات ہے
تمھاری توند مایہ قدور راسبات ہے
تمھاری ہی دکار سے خروش شش جہات ہے
ضیافتی مجاہدو تمھاری کیا ہی بات ہے
جو تم نہ ہو تو بے ضیا یہ ساری کائنات ہے

کرو جو بزم میں کبھی نمائش دلاوری
تو کانپ جائے میز پر رکابی اور طشتری
جو گردن پرند پر رواں ہو تیز تر چھری
تو جذبہ شکم وری یہ کہہ اٹھے ''ہری ہری''
بٹیر کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

جو کوفتوں کو چکھ چکے تو فیرنی کو چٹ کیا
کو شور بے پہ آ گرے تو خالی ایک مٹ کیا
کلو سے لے کے تا گلو کا ورد تمنے جھٹ کیا
قضا جو لائی ہیضے کو تو اف کیا نہ بٹ کیا
قضا سے بھی جو نہ ڈرے وہ پیٹوؤں کی ذات ہے

کباب مرغ سے اگر سجی ہوئی ہو طشتری
تو اس کو کھا کے فربہی میں منتقل ہو لاغری
گھٹیں جو چند بطخیں بڑھیں جہاں میں امتی
کٹیں جو چند مرغیاں تو قوم کی ہو زندگی

لہو جو ہے خروش کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

عنایت علی خان

مذاق ہی مذاق میں

ہم ان کو لائے راہ پر مذاق ہی مذاق میں
بنے پھر ان کے ہمسفر مذاق ہی مذاق میں

پڑے رہے پھر ان کے گھر مذاق ہی مذاق میں
مزے سے ہو گئی بسر مذاق ہی مذاق میں

ہوا جدے میں جو اک مزاحیہ مشاعرہ
ہم آگئے خدا کے گھر مذاق ہی مذاق میں

لطیفہ گوئی کا جو رات چل پڑا تھا سلسلہ
ابل پڑے کئی گٹر مذاق ہی مذاق میں

اٹھو کہ اب نماز فجر کے لیے وضو کریں
کہ رات تو گئی گزر مذاق ہی مذاق میں

یہاں عنایت آپ کو مشاعروں کی داد نے
چڑھا دیا ہے بانس پر مذاق ہی مذاق میں

مجذوب چشتی

ناخلف اولاد

خدا محفوظ رکھے ناخلف اولاد سے سب کو
دعا مانگو کہ بیوی بھی کہیں مشکل نہ بن جائے
مرمت میں نے کرنی چھوڑ دی ہے اپنے بیٹے کی
"کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے"

کشمکش

سخت مشکل ہے میں تیرے ساتھ جا سکتا نہیں
تیرا ڈیڈی مل گیا تو جاں ہوا ہو جائے گی
اب تجھے میں اپنے گھر میں لے کے جاؤں کس طرح
مجھ کو ڈر یہ ہے مری ممی خفا ہو جائے گی

صدام

کہوں کیا اچھے کاموں کی بدولت
محلے بھر میں وہ بدنام ٹھہرا
وہ گھر کو بھی محاذ جنگ سمجھے

مرا بیٹا بھی اب صدام ٹھہرا

محمد طٰہٰ خان

ہسپتال

کہیں دس بیس بیٹھے ہیں کہیں دو چار بیٹھے ہیں
عجب شان ہلاکت سے یہاں بیمار بیٹھے ہیں
سبب اس کا جو پوچھا ڈاکٹر صاحب نے فرمایا
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

سیاست

میرے محبوب محبت سے سیاست میں نہ آ
بد سگالی کو یہاں حسن عمل کہتے ہیں
ہم پس پشت دیا کرتے ہیں جن کو گالی
ان کی صورت نظر آئے تو غزل کہتے ہیں

نیاز سواتی

بیٹے سے خطاب

روح اقبال سے معذرت کے ساتھ

میں نے اپنے بیٹے سے جب کہا، کہ تو پڑھتا کیوں نہیں پاگلا!
مری بات اس نے یہ جب سنی، تو کہا یہ مجھ سے جواب میں
میں کتاب پڑھتا ہوں جب کبھی، تو صدا یہ آتی ہے اس گھڑی
ترا دل تو ہے فلم آشنا، تجھے کیا ملے گا کتاب میں

شوہر.....شادی سے پہلے اور شادی کے بعد

شادی نہ ہوئی تھی تو بہت اس پہ فدا تھا
اب بچوں کی ماں کے لیے جلاد ہے شوہر
ہو سامنے محبوبہ تو ریشم کی طرح نرم
بیگم ہو مقابل میں تو فولاد ہے شوہر

رشوت خوری کا عالمی ریکارڈ

مُک مکا کے جو تھے ریکارڈ وہ توڑے ہم نے
تھے جو کنجوس بہت وہ بھی نچوڑے ہم نے
مک مکا میں نہیں ہم جیسا کوئی دنیا میں
مرغ تو مرغ ہیں انڈے بھی نہ چھوڑے ہم نے

کثیر العیال بیوہ کی دعا

مر گیا ہے چھوڑ کر تو ایک درجن نو نہال
کیسے بیوہ ان یتیموں کی نگہبانی کرے
جس طرح جلتی ہوں میں تو بھی یوں ہی جلتا رہا

آسمان تیری لحد پر ''آتش فشانی'' کرے

نیاز سواتی

بے ہنر لوگوں میں اظہار ہنر مہنگا پڑا

بے ہنر لوگوں میں اظہار ہنر مہنگا پڑا
پتھروں کے شہر میں شیشے کا گھر مہنگا پڑا

جا بسا ہے چھوڑ کر تنہا ہمیں سسرال مین
سچ تو یہ ہے رشتہ لخت جگر مہنگا پڑا

نیند ہم کو آگئی جب وقت دفتر کا ہوا
رات بھر کا جاگنا وقت سحر مہنگا پڑا

ٹیکسی والے نے لیا ہم سے کرایہ ایک سو
ہم کو اپنے دوست کا شب کو ڈنر مہنگا پڑا

اس کے تحفوں پر ہی کر دیتا ہوں سب تنخواہ خرچ
پیار اس کافر ادا کا کس قدر مہنگا پڑا

خرچ اس کا بھی ہمیں برداشت کرتے ہیں نیاز

خوبصورت ہی سہی پر ہمسفر مہنگا پڑا

نیاز سواتی

جنرل وارڈ

مجھ کو مت داخل کرا اے یار جنرل وارڈ میں
اور ہو جاؤں گا میں بیمار جنرل وارڈ میں

دوست، رشتے دار، نرسیں، ڈاکٹر، اسپیشلسٹ
سب سمجھتے ہیں ذلیل و خوار جنرل وارڈ میں

لا نہیں سکتا جو خود جا کر دوا بازار سے
رہ نہیں سکتا وہاب نادار جنرل وارڈ میں

مجھ کو مفلس جان کر ڈسچارج فوراً کر دیا
میں اگرچہ تھا ابھی بیمار جنرل وارڈ میں

حال ہو جائے گا تیرا بد سے بدتر مان لے
ہو نہ داخل جا کے برخوردار جنرل وارڈ میں

وہ پہنچ جاتی ہے عملے کے گھروں میں اے نیاز!

جو دوائیں دیتی ہے سرکار جنرل وارڈ میں

آزر عسکری

میں ترا شہر چھوڑ جاؤں گا

اس سے پہلے کہ گھر کے پردوں سے
ٹیڈی پتلون کوئی سلوا لوں
اس سے پہلے کہ تجھ کو دے کر دل
تیرے کوچے میں خود کو پٹوا لوں
اس سے پہلے کہ تیری فرقت میں
خود کشی کی سکیم اپنا لوں
اس سے پہلے کہ اک تیری خاطر
نام غنڈوں میں اپنا لکھوا لوں

میں ترا شہر چھوڑ جاؤں گا

اس سے پہلے کہ وہ عدو کم بخت
ترے گھر جا چغلیاں کھائے
اس سے پہلے کہ دیں رپٹ جا کر
تیرے میرے شریف ہمسائے
اس سے پہلے کہ تیری فرمائش
مجھ سے چوری کے جرم کروائے

اس سے پہلے کہ اپنا تھانیدار
مرغ تھانے میں مجھ کو بنوائے

میں ترا شہر چھوڑ جاؤں گا

تجھ کو آگاہ کیوں نہ کر دوں میں
اپنے اس انتظام سے پہلے
مشورہ بھی تجھی سے کرنا ہے
اپنی مرگ حرام سے پہلے
کوئی ایسی ٹرین بتلا دے
جائے جو تیز گام سے پہلے
آج کے اس ڈنر کو بھگتا کر
کل کسی وقت شام سے پہلے
میں ترا شہر چھوڑ جاؤں گا
میں ترا شہر چھوڑ جاؤں گا

سرفراز شاہد

خبر ہے میری رسوائی کی

(پروین شاکر کی لے میں)

اسی پرچے میں خبر ہے میری رسوائی کی
جس میں تصویر چھپی ہے تیری انگڑائی کی

کیسے کہ دوں کہ میں لیڈر بھی ہوں اور لوٹا بھی
بات سچی ہے مگر بات ہے رسوائی کی

میرے افسانے سناتی ہے محلے بھر کو
اک یہی بات اچھی ہے میری ہمسائی کی

دو عدد ویڈیو فلموں میں گزر جاتی ہے
صرف اتنی ہے طوالت شب تنہائی کی
ایسے ملتا ہے چڑیا سے ہیئر بینڈ کا رنگ
جس طرح سوٹ سے میچنگ ہے میری ٹائی کی

سرفراز شاہد

جو بیوٹی پارلر میں خرچ ہو

جو بیوٹی پارلر میں خرچ ہو
اس کو اپنے حسن کا فطرانہ کہہ
فیس بابو کو اگر دینی پڑے
اس کو رشوت مت سمجھ نذرانہ کہہ
حسن کی گر دیکھنی ہو برہمی

ایک دن نسرین کو رخسانہ کہہ
ہر جواں عورت کو باجی مت بنا
جو معمر ہیں انہیں آپا نہ کہہ
صرف اتنا کر کہ مجھ کو مت سنا
بیس غزلیں شوق سے روزانہ کہہ

دلاور فگار

میں نے کہا اُس نے کہا

حالات شہر سے متاثر ہو کر

میں نے کہا کہ شہر کے حق میں دعا کرو
اُس نے کہا کہ نات غلط مت کہا کرو

میں نے کہا کہ رات سے بجلی بھی بند ہے
اُس نے کہا کہ ہاتھ سے پنکھا جھلا کرو

میں نے کہا کہ شہر میں پانی کا قحط ہے
اُس نے کہا کہ پیپسی کولا پیا کرو

میں نے کہا کہ کار ڈکیتوں نے چھین لی
اُس نے کہا کہ اچھا ہے پیدل چلا کرو

میں نے کہا کہ کام ہے نہ کوئی کاروبار
اُس نے کہا کہ شاعری پر اکتفا کرو

میں نے کہا کہ سو کی بھی گنتی نہیں ہے یاد
اُس نے کہا کہ رات کو تارے گنا کرو

میں نے کہا کہ ہے مجھے کرسی کی آرزو
اُس نے کہا کہ آیت کرسی پڑھا کرو

میں نے کہا کہ غزل پڑھی جاتی نہیں صحیح
اُس نے کہا کہ پہلے ریہرسل کیا کرو

میں نے کہا کہ کیسے کہی جاتی ہے غزل
اُس نے کہا کہ میری غزل گا دیا کرو

ہر بات پر جو کہتا رہا میں ''بجا! بجا!''
اُس نے کہا کہ یوں ہی مسلسل بجا کرو

دلاور فگار

مجھے شک ہے میرے محبوب کی اک آنکھ غائب ہے

مجھے شک ہے میرے محبوب کی اک آنکھ غائب ہے
کہ وہ جب بھی اُلٹتا ہے اُلٹتا ہے نقاب آدھا
سنا ہے نصف بہتر بھی کہا جاتا ہے بیگم کو
تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ شوہر ہے خراب آدھا
جو مطلب کی عبارت تھی اسے پنجوں سے گھس ڈالا
کبوتر لے کے آیا ہے مرے خط کا جواب آدھا

نیاز سواتی

حسینوں سے تمہاری دوستی اچھی نہیں لگتی

حسینوں سے تمہاری دوستی اچھی نہیں لگتی
بڑھاپے میں یہ عشق و عاشقی اچھی نہیں لگتی

مزا کچھ اور ہی تھا پی ڈبلیو ڈی کی سروس کا
ہمیں اب اور کوئی نوکری اچھی نہیں لگتی

الیکشن میں تو ہر ووٹر پر اپنی جاں چھڑکتے تھے
اب ان سے رہنماؤں بے رُخی اچھی نہیں لگتی

کھلائے جو بھی حلوہ تم اسی کا ساتھ دیتے ہو

ہمیں واعظ تمہاری پالیسی اچھی نہیں لگتی

رگڑنا پڑ رہا ہے سر ہر اک ووٹر کے پاؤں پر
اسی باعث تو ہم کو ممبری اچھی نہیں لگتی

زاہد فخری

مکالمہ

لڑکی:

نہ کوٹھی کار ہے تیری نہ وی سی آر ہی نکلا
نہ انکل ہے وزیروں میں نہ کوئی یار ہی نکلا

نہ انکم ٹیکس میں کوئی سا رشتہ دار ہی نکلا
نہ کوئی جاب ہے تیری نہ کاروبار ہی نکلا

پلازہ جس کو کہتے تھے وہ اِک چھوٹا سا کھوکھا ہے
محبت کر کے بھی دیکھا محبت میں بھی دھوکہ ہے

لڑکا:

تجھے کشمیر سمجھا تو مگر تھر پار ہی نکلا
نہ افسر ہے تمہاری ماں نہ ابا ڈاکٹر نکلا

غبارِ حسن کے پیچھے بیوٹی پارلر نکلا
میں نیلے لینز میں ڈوبا تو جا کر کاشغر نکلا

نہ جھمکے تیرے اصلی ہیں نہ اصلی تیرا کوکا ہے
محبت کر کے بھی دیکھا محبت میں بھی دھوکہ ہے

راجہ مہدی علی خاں

مرزا غالب مال روڈ پر

(1)

ہزاروں لڑکیاں ایسی کہ ہر لڑکی پہ دم نکلے
بہت نکلے حسیں سڑکوں پہ لیکن پھر بھی کم نکلے

بھرم کھل جائے گا ان سب کے قامت کی درازی کا
جوان کی ''سیٹ شدہ'' زلفوں کا کچھ بھی پیچ وخم نکلے

ملی آزاد نظموں کی طرح انکو بھی آزادی
وہ آزادی کہ جس کو دیکھ کر شاعر کا دم نکلے

کوئی ہے آ کے جو ان سب کے ایڈریس ہم کو لکھوا دے
کوئی شام اور گھر سے جیب میں رکھ کر قلم نکلے

گھروں سے وہ نکل آئی ہیں ''ٹاٹا'' کہہ کے پردے کو
کہ گر نکلے تو سب عشاق کا سڑکوں پہ دم نکلے

گیا عہد کہن اور شاعروں کی آج بن آئی
جو ''از راہ ستم'' چھپتے تھے ''از راہ کرم'' نکلے

چلے آئے ادھر ہم بھی جوانی کا علم لے کر
کہ جن سڑکوں پہ جیتے ہیں انہیں سڑکوں پہ دم نکلے

(2)

نکلنا نوکروں کا گھر سے سنتے آئے ہیں، لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیری کوٹھی سے ہم نکلے

ترے کتے بھی سارے شہر میں اتراتے پھرتے ہیں
کبھی بھی تیری کوٹھی سے نہیں وہ ''سر بہ خم'' نکلے

کہاں مے خانے کا دروازہ غالب اور کہاں سلمیٰ
پر اتنا جانتے ہیں ہم، وہ آتی تھی کہ ہم نکلے

شاعری میں مجھے اتنا بھی نہ کم تر سمجھو
میر و غالب نہ سہی، اکبر و حالی نہ سہی

ضمیر جعفری

غزل

نہ گھبراؤ، نہ گھبراؤ، اگر یہ مر بھی جائے گا
تو ہیروئن کی شادی پر یقیناً لوٹ آئے گا

یہ ہیروئن پرانی مہرباں معلوم ہوتی ہے
بسا اوقات تو ہیرو کی ماں معلوم ہوتی ہے

بغیر ساز و نغمہ خود کشی بھی کر نہیں سکتی
کہ جب تک ٹھمریاں ٹھمرانہ لے گی، مر نہیں سکتی

کلیجہ تھام لو، مجرے کی محفل جمنے والی ہے
یہ محفل جم گئی صاحب تو پھر کب تھمنے والی ہے

میاں قوال نے لٹ اس طرح لٹکا کے رکھی ہے
کہ جیسے ریس کے گھوڑے نے دم کترا کے رکھی ہے

ابھی کیا ہے، ابھی اک گیروا سادھو بھی آئے گا
فقط آنے کے کیا معنی، وہ گانا بھی سنائے گا

یہ سادھو بات سے حالات کا رخ موڑ دیتا ہے
کہانی کے سب اجزائے پریشاں جوڑ دیتا ہے

وہ دیکھو، لب ہلے، گا کر رہے گا جانتے ہیں ہم
ہمارے گھر ہی کا تو مال ہے پہچانتے ہیں ہم

ہمارا اور اس سادھو کا یارانہ پرانا ہے
کہ ہر پکچر میں اک مدت سے اس کا آنا جانا ہے

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

اُوپر کی کمائی

جس شخص کو اُوپر کی کمائی نہیں ہوتی
سوسائٹی اس کی کبھی ''ہائی'' نہیں ہوتی

کرتی ہے اسی روز وہ شاپنگ کا تقاضا
جس روز مری جیب میں پائی نہیں ہوتی

پولیس کرا لیتی ہے، ہر چیز بر آمد
اُس سے بھی کہ جس نے یہ چرائی نہیں ہوتی

مکر اور غا عام ہیں، پر اس کے علاوہ
اس شہر میں کوئی بھی برائی نہیں ہوتی

تب تک وہ بھری بزم میں لگتا ہے معزز
جب تک کہ غزل اس نے سنائی نہیں ہوتی

شمیم بشیراللہ

ضرورت رشتہ

کوئی ڈیمانڈ نہیں

آج کل ہے رشتۂ دختر عذابِ ذہن و جاں
لڑکیاں سب کو نظر آتی ہیں اک کوہِ گراں

ایک خوش خبری برائے سر پرستِ دختراں
عقدِ ثانی کے لیے تیار ہے ایک ''نوجواں''

اس جواں کی اب ذرا ''ڈیمانڈ'' بھی سن لیجئے
ایک لڑکی چاہیے کم عقل، کم سِن، کم زباں

کم سے کم بی۔اے تو ہو لڑکی اگر ایم۔اے نہیں
خوش سلیقہ، باہنر ہو، نرم دل ہو، مہرباں

کھانے انگریزی پکانے جانتی ہو لازمی
ہر فرنچ، ہر چائینز، ڈش کی ہو ماہر جانِ جاں

کچھ نہیں غم گر نہ لائے ساتھ وہ زیادہ جہیز
ہاں مگر ہو نام اس کے، ایک عالی شاں مکاں

کار ہو، بے شک سوزوکی، کار ہو پر کار ہو
اور اگر بے کار ہو، بے کار ہے شادی وہاں

اب ذرا تفصیل سے لڑکے کا بھی سن لیجئے
عمر ہے لڑکے کی ففٹی سکسٹی کے درمیاں

پہلی بیوی کو تھی ٹی۔بی، مر چکی ہے خیر سے
ہیں خدا کے فضل سے زندہ ابھی دو بیویاں

پانچ کم سن بیٹیاں بیٹے ہیں زیر پرورش
چھ جواں لڑکے ہیں، جن کی ہو چکی ہیں شادیاں

رات دن خدمت گزاری کے لیے تیار ہو
کیونکہ ہیں فالج زدہ ابا، ضعیف العمر ماں

یہ شرائط ہوں اگر منظور تو کیجئے رجوع
ورنہ یہ رشتہ بھی ہاتھوں سے نکل جائے گا ہاں

روحی کنجاہی

بیوی کے حضور

عشق کا ناس کرو گی، مجھے معلوم نہ تھا
میرے پلے ہی پڑو گی، مجھے معلوم نہ تھا

اک مہینے میں کماتا ہوں جو تنخواہ اسے
خرچ ہفتے میں کرو گی، مجھے معلوم نہ تھا

میں نے کھائی تھی قسم، کھاؤں گا بس رزقِ حلال
تم بھی احمق ہی کہو گی، مجھے معلوم نہ تھا

شعر کی طرح سدا عرض کروں گا خود کو
تم سدا حکم ہی دو گی، مجھے معلوم نہ تھا

جو سناؤ گی، سنوں گا ہمیشہ، لیکن
شعر تک تم نہ سنو گی، مجھے معلوم نہ تھا

زندگی ہی میں مجھے دیکھنا ہوگا یہ دن
مجھ کو مرحوم لکھو گی، مجھے معلوم نہ تھا

ساری دفعات ہی ہو جائیں گی لاگو مجھ پر
اتنے الزام دھرو گی، مجھے معلوم نہ تھا

عید کے دن بھی وہی جنگ کا نقشہ ہوگا
عید کے دن بھی لڑو گی، مجھے معلوم نہ تھا

سخت جانی میں بھی نکلو گی مثالی بن کر
مار کر مجھ کو مرو گی، مجھے معلوم نہ تھا

پتہ ہوتا تو نہ کرتا کبھی کوئی نیکی

تمہی جنت میں ملو گی، مجھے معلوم نہ تھا

راجہ مہدی علی خاں

ایک چہلم

اقتباس

رفیقہ ذرا گرم چاول تو لانا
ذکیہ ذرا ٹھنڈا پانی تو پلانا

بہت خوبصورت، بہت نیک تھا وہ
ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ

منگانا پلاؤ ذرا اور خالہ
بڑھانا ذرا قورمے کا پیالہ

جدھر دیکھتے ہیں اُدھر غم ہی غم ہے
کریں اس کا جتنا بھی ماتم وہ کم ہے

یہ ننھی کے زردے میں کشمش ہے تھوڑی
بہت دیر سے مانگی ہے نگوڑی

وہ ٹکڑا جگر کا تھا، آنکھوں کا تارا
ہمیں اپنی اولاد سے بھی تھا پیارا

پڑا ہے پلاؤ میں گھی ڈالڈے کا
خدا تو ہی حافظ ہے مرے گلے کا

دلہن سے کہو آہ! اتنا نہ روئے
بچاری نہ بے کار میں جان کھوئے

اری بوٹیاں تین سالن میں تیرے
یہ چھچھڑا لکھا تھا مقدر میں میرے

بہت خوبصورت، بہت نیک تھا وہ
ہزاروں جوانوں میں بس ایک تھا وہ

نظیر اکبر آبادی

خوشامد

دل خوشامد سے ہر ایک شخص کا کیا راضی ہے
آدمی، جن و پری، بھوت، بلا راضی ہے

بھائی فرزند بھی خوش، باپ، چچا راضی ہے
شاہ مسرور، غنی شاہ و گدا راضی ہے

اپنا مطلب ہو تو مطلب کی خوشامد کیجئے
اور نہ ہو کام تو اس ڈھب کی خوشامد کیجئے

چار دن کوئی خوشامد سے کیا جھک کے سلام
وہ بھی خوش ہو گیا اپنا بھی ہوا کام میں کام

بڑے عاقل، بڑے دانا نے نکالا ہے یہ دام
خوب دیکھا تو خوشامد ہی کی آمد ہے تمام

جو خوشامد کرے خلق اس سے سدا راضی ہے
حد تو یہ ہے کہ خوشامد سے خدا راضی ہے

محبوب عزمی

رشوت خور

علامہ اقبالؒ کے ''شکوہ'' کی پیروڈی

تھی تو موجود ازل سے ہی مری حرصِ قدیم
ہاں یہ رشوت ہے اسی دور کی پروردہ سکیم
چمن آرائی زر میں جو پریشاں ہے شمیم
بوئے زر پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم

پہلے تو پیٹ ہی بھرنے کی پریشانی
ورنہ اس وقت کہاں زر کی فراوانی

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
آ کے دیتے ہیں جو احباب تو مجبور ہیں ہم
کام دولت سے نکلتے ہیں تو معزور ہیں ہم
مرِ میداں ہیں کہ ہر داؤ سے معمور ہیں ہم

خوگرِ جرم تو دیتے ہیں دغا بھی سن لے
بل پہ دولت کے ہے راشی کی وفا بھی سن لے

یوں اٹھائے ہوئے عرضی سحر و شام پھرے
کوئی ہاتھوں میں لیے جیسے تہی جام پھرے
ہو کے مایوس نہ وہ بندۂ آلام پھرے
دے کے رشوت کہیں ممکن ہے کہ ناکام پھرے

یوں تو ہر کام میں انکا دیے روڑے ہم نے
صاحب زر نہیں بے زر بھی نہ چھوڑے ہم نے

آ گیا گر کہیں دفتر میں کوئی بندہ نواز
ہوسِ زر میں وہیں کھوئی گئی قوم حجاز
نہ کہیں ''رول'' رہا اور نہ قانون کا جواز
پستی عملے کی گئی اور گیا حاکم کا فراز

''بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے''
آئے رشوت کی جو زد میں تو سبھی ایک ہوئے

ہیں یہاں وہ بھی جو رشوت کے طلب گار بھی ہیں
ان میں بدکار بھی ہیں اور گنہگار بھی ہیں
کتنے کم ظرف بھی ہیں اور طرح دار بھی ہیں
اعلیٰ افسر بھی ہیں اور ادنیٰ سے فنکار بھی ہیں

آنچ آتی ہی نہیں ان کے نہاں خانوں پر
''برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر''

اتنی راشی کی ہے یہ چاہنے والی دنیا
جب گیا ایک تو اوروں نے سنبھالی دنیا
ہو نہ جائے کہیں راشی سے یہ خالی دنیا
کیوں یہ پھرتی رہے بن بن کے سوالی دنیا

ساقی محفل میں اگر ہو تو کہاں جام رکے
دے کے رشوت کہیں ممکن ہے کوئی کام رکے

اہل ایماں کو بھی سیٹوں سے ہٹایا ہم نے

کام مشکل تھا پہ آسان بنایا ہم نے
تیرے فرمان کو سینے سے لگایا ہم نے
جو ملا، جیسے ملا، تجھ کو کھلایا ہم نے

پھر بھی شکوہ ہے کہ ہم لوگ وفادار نہیں
''ہم وفا دار نہیں، تو بھی تو دلدار نہیں''

ہائے انکم بھی گئی اور نکالے بھی گئے
پھنس گئے ایسے کہ ہم جیل میں ڈالے بھی گئے
اور منہ موڑ کے وہ حوصلے والے بھی گئے
اپنی عزت بھی گئی، چاہنے والے بھی گئے

عزمی روپوش ہوئے یار جو دھوکہ دے کر
''اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر''

شوکت تھانوی

شاعر کی بیوی

شاعری اور پیٹ کا دھندا، عجب تم عجب
جان کے گاہک ہیں بیوی اور بچے سب کے سب
فاعلاتن فاعلاتن بیٹھ کر کرتے ہیں جب

اہلیہ کی یاد آتی ہے ہماری بے سبب

ایک سروتا ہاتھ میں اور پاندان اپنا لیے
سر پہ آ جاتی ہیں لڑنے خاندان اپنا لیے

ایک لڑکا جس کو پچھلے چار دن سے ہے بخار
ایک لڑکی جس کی آنکھیں دکھ چکی ہیں بار بار
تیسرا جو ٹھیک ہے وہ رو رہا ہے نابکار
شامتِ اعمال کی ہر قسم ہے سر پر سوار

شاعرِ شیریں بیاں بیٹھا ہے گھبرایا ہوا
ذہن میں ہے طرح کا مصرع بھی بولایا ہوا

وہ یہ کہتی ہیں کہ جائے بھاڑ میں یہ شاعری
ایڑی چوٹی پر کروں قربان یہ کاریگری
اتنے دن سے کوئی بھی پیسہ ملا سوچو ذری
یاد کر لو خود دسمبر، جنوری، پھر فروری

تم ہی سوچو، کس طرح ہوگا ہمارا اب نباہ
مجھ کو روٹی چاہیے اور تم کو خالی واہ واہ

جواب

میں یہ کہتا ہوں کہ اے شمعِ شبستانِ حرم!
تو ہے اک شعر کی بیوی، کیا ہے یہ اعزاز کم
تجھ کو کیا معلوم میرا مرتبہ، میرا حشم

گھر کے باہر دیکھ چل کر، کس قدر ہوں محترم

تو سمجھتی ہے مجھے، یوں ہی سا اک انسان ہوں
اے مری نادان بیوی، میں ادب کی جان ہوں

جان وہ اپنی جلا کر منہ چڑھاتی ہیں مجھے
منہ چڑھا کر میرا آئینہ دکھاتی ہیں مجھے
گھر کی جو حالت ہے وہ سب کچھ بتاتی ہیں مجھے
شرم میری شاعری پر پھر دلاتی ہیں مجھے

وہ یہ کہتی ہیں کہ شاعر تو یقیناً آپ ہیں
لیکن ان بچوں کے بھی تھوڑے بہت تو باپ ہیں

شاعری کرتے ہیں اور بھولے ہوئے ہیں شوہری
کوئی دھندا بھی نہیں کرتے، نہ کوئی نوکری
باپ دادا کی کمائی بھی نہیں گھر میں دھری
میں تو پلے بندھ کے اک شاعر کے جیتے جی مری

یہ نحوست شاعری جس کلموہی کا نام ہے
مجھ سے پوچھو، یہ نکھٹو مردوؤں کا کام ہے

میں گئی چولہے میں، حُلیہ دیکھئے اپنا ذرا
جیسے خود رو گھاس ہو، خط اس طرح سے ہے بڑھا
جیسے اک قیدی جو کاٹرے کوئی لمبی سی سزا
مرحبا! اے شاعرِ رنگیں بیاں صد مرحبا

بھاڑ میں جائے یہ تیری شاعری، یہ تیرا فن
''تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن''

دلاور فگار

ضرورت رشتہ

ایک لڑکا ہے اصیل النسل عالی خاندان
عمر ہے لرکے کی ففٹی سکسٹی کے درمیان
قبض رہتا ہے نہ اس کو نزلہ کی تحریک ہے
ایک دن ٹی بی ہوئی تھی اب طبیعت ٹھیک ہے
آنکھ اک شمع روشن، دوسری تھوڑی سی گل
مختصر یہ ہے کہ لڑکا ہے بہت ہی بیوٹی فل
پی کے ماء اللحم جب ملتا ہے داڑھی پر خضاب
اس کے چہرے پر نظر آتے ہیں آثار شباب
طالب رشتہ قیود علم سے آزاد ہے
کچھ ادیبوں کی طرح وہ فطرتاً استاد ہے
اس کے ہاتھوں میں کسی بھی ازم کا تیشہ نہیں
اس مسلماں کو کسی فتوے کا اندیشہ نہیں

علموں کے ساتھ رہ کر وہ بھی جید ہو گیا
پہلے جانے کیا تھا، رفتہ رفتہ سید ہو گیا
بر بنائے مصلحت یا بر بنائی انتقام
آج تک کنوارہ ہے یہ وحدت پر ستوں کا امام
اس کے بارے میں یہی کہتی ہے دنیا بالعموم
وہ موحد ہے اور اس کا کیش ہے ترک رسوم
شب کو براتے میں کہتا ہے، مجھے دولہا بناؤ
کوئی بیوہ ہو تو اس کو میری منکوحہ بناؤ
کیا بتاؤں کس قدر دلچسپ باتیں اس کی ہیں
''نیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں''
شادیوں کی آج چونکہ گرمئی بازار ہے
کوئی کنوارا شہر میں بچتا بہت دشوارا ہے
سوچتا ہے اب کہ سہرا باندھ لے یہ نونہال
پیر نا بالغ کو اب آیا ہے شادی کا خیال
اس کو لڑکی چاہیے، لڑکی جو آوارہ نہ ہو
درحقیقت چاند ہو، مصوعی سیارہ نہ ہو
جامعہ کی کوئی بھی ڈگری ہو اس کے ہاتھ میں
کعئی ڈپلومہ نہ لائی ہو سند کے سات میں
زلف پیچاں کی جگہ پٹے نہیں رکھتی ہو وہ
گھر پہ پہرہ کے لیے کتے، نہیں رکھتی ہو وہ
اس کو لڑکی چاہیے جو صورتاً لڑکا نہ ہو
جس کے دل میں شعلۂ مردانگی بھڑکا نہ ہو
شیعہ ہو، سنی ہو، دونوں ہو، غرض اس سے نہیں
''وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں''
لڑکی میکے میں قیام مستقل فرمائے گی

سال میں دو چار دن سسرال بھی آ جائے گی
لڑکی اپنے ساتھ لائے کم سے کم دو لاکھ کیش
تا کہ لڑکا بعد شادی کر سکے آرام و عیش
مستعد شوہر تو بس لیٹا رہے گا صبح و شام
نان نفقہ کا بھی بیگم خود کریں گی انتظام
کوئی دوشیزہ اگر ہو حامل جملہ صفات
خط میں لکھ بھیجے کہ کس دن اس کے گھر پہنچے برات
بیاہ کی درخواست پر اُردو میں لکھئے یہ پتا
عاشق ناشاد، ون بی فیڈرل بی ایریا
کاش بر آئے کسی خاتون کے دل کی مراد
''ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد''

دلاور فگار

برخوردار

کھڑے تھے ایک برخوردار کا نزدیک ریگل کے
میں سمجھا یہ کوئی سر سید و اقبال ہیں کل کے
کہا میں نے تمہارا نام، بولے سرفراز اختر
کہا کالج میں پڑھتے ہو، تو فرمانے لگے یس سر
کہا میں نے کہ آئندہ بھی پڑھنے کا ارادہ ہے
فرمایا کہ جو کچھ پڑھ لیا وہ بھی زیادہ ہے
نہ میں پیچھے کو بڑھتا ہوں نہ میں آگے کو بڑھتا ہوں

فقط دس سال سے صرف ایک ہی درجہ میں پڑھتا ہوں
مری صورت ہے نورانی، مری فطرت ہے رومانی
میں پروانہ صبیحہ میری پروانی

ضیاء الحق قاسمی

کچھ تو سوچو

واپڈا والو کچھ تو سوچو، آخر کب تک آنکھ مچولی
کب تک ہم خاموش رہیں گے، آج زباں ہم نے بھی کھولی

بل جو مجھ کو بھیجا تھا تم پورے تین ہزار روپے کا
بھیا! اس پتلی سی گلی میں کیا میں نے کوئی مل ہے کھولی

میرا شکوہ رنگ تو لایا، میری شکایت ڈھنگ پہ آئی
میرا کنکشن کاٹنے پہنچی واپڈا کی اک پوری ٹولی

مولا سمجھے ان لوگوں سے جو پتی گل کر دیتے ہیں
ہو کر تنگ شریفن آخر، بیچ گلی چلا کر بولی

بلبلوں کی عیاشی چھوڑو، دیے کرو روشن مٹی کے
ہاتھ کا پنکھا جھلو ضیآء جی، ملت فین کو مارو گولی

ضیآءالحق قاسمی

کھٹی مٹھی غزل

میری نظروں میں کوئی جچتا نہ تھا
''آپ سے پہلے کوئی اپنا نہ تھا''

چل دیے مجھ کو تڑپتا چھوڑ کر
آدمی تھا، میں کوئی مرغا نہ تھا

کیوں مری سسرال پیچھے پڑ گئی
وہ تو خود بھاگی تھی، یہ اغوا نہ تھا

کھوٹے سکوں کی یہاں پر مانگ تھی
اور مرا سکہ کوئی کھوٹا نہ تھا

مجھ کو ہر چہرہ نظر آیا دبل
باوجود اس کے کہ میں بھینگا نہ تھا

ہر کوئی ننگا تھا اس حمام میں
میں کوئی تنہا یہاں ننگا نہ تھا

سر منڈاتے ہی پڑے اولے ضیآء
اور کوئی اخروٹ سے چھوٹا نہ تھا

ضیآءالحق قاسمی

اُلّو بناتے

''بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے''
سواری نہیں تھی تو ہم کو بلاتے

اگر آ پہنچے یہاں وقت پر تم
دل اپنا تمھیں بھون کر ہم کھلاتے

انھیں جب بلایا تو انکار آیا
وہ ہم کو بلاتے تو ہم بھی نہ جاتے

اگر ہم بھی چالاک ہوتے تو لوگو!
نہ اس طرح وہ ہم کو الو بناتے

جو معلوم ہوگا کہ ناکام ہوں گے
محبت کے چکر میں کیوں سر کھپاتے

اگر میں تمہاری محبت میں مرتا
تو تم بھی مگر مچھ کے آنسو بہاتے

بھلا اور کیا کرتے ہم بن کے قاضی
رقیبوں وقیبوں کے کوڑے لگاتے

نہ ہوتے جو محبوب کے ہاتھ پیلے
ضیآء پھر ہتھیلی پہ سرسوں جماتے

ضیآء الحق قاسمی

مہدی حسن والی غزل

فیض احمد فیضؔ سے فرمائشیں ہونے لگیں
وہ سناتے جا رہے تھے شعر کیا کیا بے بدل
اب سامع نے کہا میری بھی فرمائش ہے ایک
اب سنائیں آپ وہ مہدیؔ حسن والی غزل

ضیاؔءالحق قاسمی

ضربِ کلیم

آپ کا نام تو ہے کلیم بیوی کا نام ہ نسیم
بیٹی کا نام پیار میں باد نسیم رکھ دیا
بیٹے کا نام رکھتے وقت کچھ بھی نہ سوچا آپ نے
جلدی میں اس کا نام کیوں ضربِ کلیم رکھ دیا

راغبؔ مرادآبادی

نذرانہ

افسر کسٹم نے کھل کر ایک تاجر سے کہا
میں ہوں رشوت خور یہ بہتان ہے افسانہ ہے
آپ ہی کہیے کسے ہوگی مجال انکار کی
جب جب کوئی یہ کہہ کے دے سرکار یہ نذرانہ ہے

راغبؔ مرادآبادی

نثری نظم

دیکھئے نا پختہ ذہنوں کی جسارت دیکھئے
میرؔ و غالبؔ کی سخن گوئی سخن دانی کے بعد
سن کے نثری نظم کچھ ایسا لگا بعد غزل

جیسے کھچڑی پیش کر دے کوئی بریانی کے بعد

راغبؔ مرادآبادی

اداکاری

جا رہے ہو محفل و سخن میں سوچ لو
جس کی شدت سے ضرورت ہے وہ تیاری بھی ہے
صرف گانے سے غزل اب داد مل سکتی نہیں
کچھ نہ کچھ اسٹیج پر لازم اداکاری بھی ہے

راغبؔ مرادآبادی

اِن ڈور گیم

دوزخ میں ہم جلیں گے تو اچھا یونہی سہی
ہم جنتی ہیں کب یہ ہمارا کلیم ہے
رشوت کے جو خلاف ہیں اے کاش جانتے
اپنے وطن میں اک یہی اِن ڈور گیم ہے

راغبؔ مرادآبادی

اہلِ زبان

پرچے میں امتحان کے یہ بھی تھا اک سوال
تعریف آپ کیجئے اہلِ زبان کی
تھا ایک ہی سا نائنٹی پرسینٹ کا جواب
''بچپن سے جن کو لت ہو قوام اور پان کی''

راغب مراد آبادی

نعرۂ تکبیر

تیس بتیس جوانوں کو ٹکٹ مل نہ سکا
یوں لگا ان کو کہ جیسے در فردوس ہو بند
فلم آئی بھی نہ تھی پردۂ سیمیں پہ ابھی
سینما گھر میں ہوا نعرۂ تکبیر بلند

سرفراز شاہد

ڈپلومیٹ ہوتا ہے

زمانے میں وہی مقبول ''ڈپلومیٹ'' ہوتا ہے
جو منہ سے ''دس'' کہے تو اس کا مطلب ''دیٹ'' ہوتا ہے
عوام الناس کو ایسے دبوچا ہے گرانی نے
کہ جیسے ''کیٹ'' کے نیچے میں کوئی ''ریٹ'' ہوتا ہے
فراغت ہی نہیں ملتی بڑے صاحب کو میٹنگ سے
وہ میٹنگ جس کا ایجنڈا فقط ''چٹ چیٹ'' ہوتا ہے
کرکٹر جلد بازی میں لگاتا ہے اگر چھکا
زمیں پر گیند ہوتی ہے فضا میں ''بیٹ'' ہوتا ہے
ہمیں تو سادگی کا درس دیتا ہے وہی جس کے
بدن پر بیش قیمت سوٹ، سر پر ''ہیٹ'' ہوتا ہے
یہی دیکھا ہے شاہد تیسری دنیا کے ملکوں میں

بچاری قوم پتلی اور لیڈر ''فیٹ'' ہوتا ہے

سرفراز شاہد

آگے نہیں گئے

وہ لوگ ساگ دال سے آگے نہیں گئے
جو لقمۂ حلال سے آگے نہیں گئے
تحفے میں مانگتے ہیں وہ سونے کے زیورات
خود ریشمی رومال سے آگے نہیں گئے
''بلو کی گھر'' کی راہ پر اب بھی ہیں گامزن
جو لوگ بھیڑ چال سے آگے نہیں گئے
ان راشیوں میں ان کو فرشتہ صفت کہو
جو حد ''اعتدال'' سے آگے نہیں گئے
سولہ کے بعد عمر کو تھوڑی بہت بڑھی
لیکن وہ بیس سال سے آگے نہیں گئے
ان کو بھی میل جول میں ''وقفہ'' پسند تھا
اور ہم بھی بول چال سے آگے نہیں گئے
شاہد مزاح گوئی کا دعویٰ انھیں بھی ہے
جو حد ''اعتدال'' سے آگے نہیں گئے

نیاز سواتی

گھر والی

گھر میں دل لگتا نہیں جب گھر میں گھر والی نہ ہو
گھر وہ لگتا نہیں چمن جس کا کوئی مالی نہ ہو
جب جوانی آئے گی مونچھیں بھی نکلیں گی ضرور
یہ تو ممکن ہی نہیں ساون میں ہریالی نہ ہو
آج کل کے نوجواں کو ایسی بیگم چاہیے
عادتیں جیسے بھی ہوں صورت مگر کالی نہ ہو
آج کل کی لڑکیوں کو ایسے شوہر چاہئیں
صاحب زر بھی ہوں جو، جن کا کوئی والی نہ ہو
تب کروں گا آپ کی میں دعوت جلوہ قبول
تھال ہو حلوے کا میرے واسطے تھالی نہ ہو
تم بنو اور ورسٹیر گر چاہتے ہو اے نیازؔ
گھر میں خوشحالی ہی خوشحالی ہو بد حالی نہ ہو

نیازؔ سواتی

(روح اقبال سے معذرت کے ساتھ)

بیگم کی نصیحت

خدا کا شکر جو مانی یہ بات بیگم کی
وقار چاہیے تجھ کو تو دام پیدا کر

میں فاقوں مرتا اگر مانتا یہ باپ کا حکم
''خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر''

مک مکا کا عالمی ریکارڈ

مک مکا کے جو تھے ریکارڈ وہ توڑے ہم نے
تھے جو کنجوس بہت وہ بھی نچوڑے ہم نے
مک مکا میں نہیں ہم جیسا کوئی دنیا میں
مرغ تو مرغ ہیں انڈے بھی نہ چھوڑے ہم نے

شوہر،شادی سے پہلے اور شادی کے بعد

شادی نہ ہوئی تھی تو بہت اس پہ فدا تھا
اب بچوں کی ماں کے لیے جلاد ہے شوہر
ہو سامنے محبوب تو ریشم کی طرح نرم
بیگم جو مقابل میں تو فولاد ہے شوہر

اطہر شاہ خان جیدی

غزل

شوہر کا ایمان خدا ہی جانتا ہے
دل کے سب ارمان خدا ہی جانتا ہے
بیگم کو تصویر ملی ہے تکیے میں
جینے کا امکان خدا ہی جانتا ہے

ہجر میں پتہ مارا پتھری ٹوٹ گئی
کب ہوگا یرقان خدا ہی جانتا ہے
جس کو دیکھو کزن اسے وہ کہتی ہے
بھائی ہے یا جان خدا ہی جانتا ہے
ساس کسی کی اغواء ہو تو جائے
کون بھرے تاوان خدا ہی جانتا ہے
بیٹا کہہ بیٹھی محبوب کی اماں
اب اس کا نقصان خدا ہی جانتا ہے
تم اگر ماروگی بیلن پھینک کر
میری جانب سے بھی چمٹا جائے گا
یہ بیان اصلی ہیں اخباری نہیں
آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے گا

فدائی

ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر صاحب! پہچانئے میں کون ہوں
آپ کی خدمت سے پہلے ایک تھا اب پون ہوں
ہائے وہ شامت کا دن جب چھینک آئی تھی مجھے
اور شفا خانے کی جانب کھینچ لائی تھی مجھے
آپ نے اس چھینک کو چھینکا بنا کر رکھ دیا
اپنا آلہ میرے سینے پر جما کر رکھ دیا

دل کی دھڑکن سن کے یوں مغموم و افسردہ تھے آپ
جیسے سن بیٹھے ہوں عزرائیل کے قدموں کی چاپ
پھر ہمارے بازوؤں میں روز انجکشن کی دھار
ٹیبلٹ اک دن میں چھ اور کیپسول اک دن میں چار
سب دوائیں آپ کے اسٹور سے لیتے تھے ہم
آپ کی آرام وہ چمکیلی موٹر کی قسم
یوں نہ کرتے تو دوائیں ہم کو دیتا اور کون
نسخہ فہمی کے لیے کرتا پھر اتنا غور کون
جس نے دیکھا آپ کا نسخہ وہ یوں گویا ہوا
"نقش فریادی ہے کسی کی شوخی تحریر کا"
کیوں نہ چمکے اس طرح دو طرفہ دھندا آپ کا
گردن بیمار میں فٹ ہے جو پھندا آپ کا
اس طرح مہنگی دواؤں کا اکھاڑا ہائے ہائے
اس پہ پرہیزی غذاؤں نے پچھاڑا ہائے ہائے
الغرض یوں ہی مہینوں ہم دوا کھاتے رہے
اور بقدر ظرف گھر والے ہوا کھاتے رہے
مرغ، مچھلی، دودھ، مکھن، کینو، کیلا اور سیب
ان کی یورش پر دہائی دے رہی تھی اپنی جیب
صورت حالات یوں ہم پر ستم ڈھاتی رہی
ہم غذا کھاتے رہے ہم کو غذا کھاتی رہی
آخر اک دن تنگ آ کر چھوڑ بیٹھے ہم علاج
رفتہ رفتہ نارمل ہونے لگا اپنا مزاج
آپ نے تو کر ہی ڈالا تھا مجھے خوار و زبوں
آپ کے بارے میں آگے اور کیا کچھ میں کہوں

محمد ایاز عباسی

غذا سے علاج

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی

تو چکھ لے سونف یا ادرک کا پانی
اگر خون کم بنے بلغم زیادہ
تو کھا گاجر چنے، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعف جگر ہے تو کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی تو دہی کھا
گر آنتوں میں ہو خشکی تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو مصری کی ڈلی ملتان کی چوس
جو آتے ہوں تیری آنکھوں میں جالے
تو دکنی مرچ گھی کے ساتھ کھا لے
اگر ہو قلب میں گرمی کا احساس

مربہ آملہ کھا یا کھا اناس
جو دکھتا ہو گلہ نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر دانتوں کے درد سے ہو تو بے کل
تو انگلی سے مسوڑھوں پہ نمک مل
زیادہ اگر دماغی ہے تیرا کام
تو کھا تو شہد کے ہمراہ بادام
جو بدہضمی میں تو چاہے افاقہ
تو دو ایک وقت کا کر لے تو فاقہ

انور مسعود

بددُعا

میری لیلیٰ کو ورغلاتا ہے
تیرا مردہ خدا خراب کرے
سوکھ جائے تو بید کی مانند
کبھی تیرے نصیب ہوں نہ ہرے
تو گرفتار ہو شبے میں
کہیں کوئی تیرا نہ اعتبار کرے
تو ڈکیتی میں دھر لیا جائے
دوسروں کے کیے بھی تو ہی بھرے
کبھی تو تھانے میں ہو تیری چھترول
تجھ پہ جھپٹیں سپاہیوں کے پرے
چاہیں بھر کس نکال دیں تیرا

کوئی فریاد پر نہ کان دھرے
تو کچہری میں پیشیاں بھگتے
کوئی منصب تجھے بری نہ کرے
نکلے گھر سے تیرے کلاشنکوف
تو پلس کے مقابلے میں مرے

انور مسعود

نثری نظم والوں سے

آپ کے فن کا تعلق عالم بالا سے ہے
یہ ہنر کا زور زیر آسماں ممکن نہیں
شعر لکھتے ہیں یقیناً آپ جا کر چاند میں
ایسی بے وزنی کی کیفیت یہاں ممکن نہیں

انور مسعود

بنام ٹیلی ویژن

ہر صبح اذان فجر ہوئی اور ڈوب گئی خراٹوں میں
جو نیند پہ غالب آ جائے کوئی ایسا غازی بن نہ سکا

ہر شب کو دکھائی فلم نئی ایماں کی حرارت والوں نے
اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کوئی بھی نمازی بن نہ سکا

انور مسعود

جواب مسکت

میں نے کہا کہ آپ نے روک لیا ہے کیوں ہمیں؟
اس نے کہا تم ایسی بات اپنی زباں پہ لائے کیوں؟
تم تو ہو صرف آدمی، ہم ہیں پولیس کے آدمی؟
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم، کوئی گذر کے جائے کیوں؟

انور مسعود

غضب

میں نے بھی اپنے شوق کا اظہار کر دیا
کل رات مجھ پہ خواب نے کیسا غضب کیا
جو آپ کہہ رہی تھیں وہ سنتا تھا صرف میں
اور میں جو کہہ رہا تھا وہ بیوی نے سن لیا

خالد مسعود

مجیدہ

لبادے مستقل اوڑھے جو رہتے ہیں متانت کے
سنا ہے ان میں بن مانس کچھ پوشیدہ ہوتے ہیں
لبوں پہ مسکراہٹ صرف انسانوں کے آتی ہے
انسان کے سوا سب جانور مجیدہ ہوتے ہیں

خالد مسعود

بھیڑا لگتا ہے

ہم کو ٹھنڈا مٹھا پالا بھیڑا لگتا ہے
جیویں کپاہ میں کٹا کالا بھیڑا لگتا ہے
سالم ٹانگا کر کے بندہ اس کے گھر جب پہنچے
اگیوں بو ہے پہ ہو تالہ بھیڑا لگتا ہے
منڈے کھنڈے بے شک ہم کو چاچا تایا کہہ لیں
کڑی کہے جب ہم کو لالہ بھیڑا لگتا ہے

.....☆.....

خالد مسعود

برسوں سے

پھیری اس نے ہم سے اکھیاں برسوں سے
بیٹھ رہی ہیں منہ پہ مکھیاں برسوں سے
کسی کا ذائقہ ساڈے دل کو بھایا نہیں
ہم نچھین زہراں چکھیاں برسوں سے
پنجا چا ہڑا اس کے چاروں بھائیوں نے
سیک رہے ہیں جب دونوں دکھیاں پرسوں سے

خالد مسعود

رنگ

رنگ کاٹ میں ڈالا فیروی پورا نہیں وہ اترا
اک لیلیٰ کا رنگ تھا کالا اپروں بالکل پکا
ساڈے دل کو پاسے سٹیا مار کے اس نے ٹھنڈا
چیتن شرما کو جو مارا میانداد نے چھکا

انور مسعود

مقاماتِ آہ وفغاں

کلرکوں سے آگے ہیں افسر بھی کتنے
جو بے انتہا صاحب غور بھی ہیں
ابھی چند میزوں سے گزری ہے فائل
''مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں''

انور مسعود

کدھر جائے

اب اس سے بھی بڑھ کر کوئی ہوسکتی ہے تکلیف
جائے نہ ادھر دھیان تو پھر دھیان کدھر جائے
ملتا ہے اگر گوشت تو اچھا نہیں ملتا
''ابتو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے''

یم۔ناشاد

مشورہ

احباب کو، جو قرض دیا ہے وہ بھول جا
شرطِ رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے
بے شک میاں کے ساتھ رہے بیوی رات دن
''لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے''

بلبل کاشمیری

مشکل کا حل

اک کالے کبڑے مرد کو گوری نے ماری لات
کیا جانے اُس غریب نے کیا کر دیا سوال
کبڑے کو اس کی لات مگر کار گر ہوئی
سیدھی ہوئی کمر تو کیا شکرِ ذوالجلال
اس کے لبوں پہ آ گیا یہ شعر حسب حال

''اقبال تیرے عشق نے سب بل دیے نکال
مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی''

خاور نقوی

ملاوٹ

جو کام بھی کرتا رہے انسان مسلسل
اس کام میں آخر کوئی وقت نہیں رہتی
جس قوم کو آ جائے ملاوٹ کا سلیقہ
''اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی''

سرفراز شاہد

لوٹے

کئی ایسے بھی غوطہ خور ہیں بحرِ سیاست میں
پتا جن کا نہیں چلتا کِدھر ڈوبے کِدھر نکلے
کہا اقبال نے شاید انھیں لوٹوں کے بارے میں
''اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے''

صادق نسیم

پلاٹ

پلاٹ اک دیجئے صاحب کہ پنشن ہونے والی ہے
جو فٹ پاتھوں پہ گزرے گی تو جا پہنچوں گا تھانوں میں
جو عرضی دی تو سی۔ ڈی۔اے[1] کے دفتر سے جواب آیا
''تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں''

سیّد ضمیر جعفری

اپنا تو بن

پے بہ پے قوالیوں کی پالیاں ہونے لگیں
دن نکھے اور راتیں کالیاں ہونے لگیں
رفتہ رفتہ تالیاں بے تالیاں ہونے لگیں
ہوتے ہوتے مشتعل گھر والیاں ہونے لگیں

اِک میاں اُچھلا تو بیوی نے کہا اے جانِ من!
''تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن''

---

[1] کیپٹیل ڈیلوپلمنٹ اتھارٹی۔

سیّد ضمیر جعفری

O

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
تو ہڑتالیں کرا دیتی ہے اکثر کارخانوں میں

ضیاء الحق قاسمی

نمکین اشعار

سنا ہے جیل خانے سے نکل بھاگا ہے اک ڈاکو
''جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں''

O

''عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی''
جناب شیخ کے کام آئیں گے حلوے نہ یہ کھیریں

O

''میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند''
اس جرم میں عرصے سے حوالات میں ہوں بند

محمد طٰہٰ خاں

غزل

ایک صاحب اُڑتی چڑیا کے گنا کرتے تھے پر
خط کا مضموں بھانپ لیتے تھے لفافہ دیکھ کر
ان کو قلمی دوستی کرنے کا چسکہ پڑ گیا
ہوتے ہوتے اک بڑی بی سے مقدر لڑ گیا
نامۂ محبوب کی تحریر تھی سہمی ہوئی
ان کو اندازِ نگارش سے غلط فہمی ہوئی
دوسرے مکتوب میں دے ڈالا شادی کا پیام
''عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام''
کر کے شادی گھر میں لے آئے اُسے ذلت مآب
اور بڑے ارمان سے الٹا جو چہرے کا نقاب
ہائے کہہ کر لڑ کھڑائے، وائے کہہ کر گر پڑے
پیٹ کر چھاتی نئی بیگم سے یوں کہنے لگے
عازم ملکِ عدم تجھ کو جواں سمجھا تھا میں
''تیری جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں''
ہائے قسمت جنوری مانگی، تو جولائی ملی

حال کا طالب ہوا ماضی تمنائی ملی
مجھ کو نانی جان مرحومہ کی یاد آ جائے ہے
میں تجھے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے
جان عزرائیل اب نخروں کا تیرے غم کروں
یا میں تجھ پر سورہ یٰسین پڑھ کر دم کروں
کُھل کے بولی وہ محبت کی پٹاری ''ہائے ہائے''
کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایّام ہیں
قبر میں ہیں پاؤں لٹکائے مگر گلفام ہیں
کیا ہوا مجھ پر ہے گر انیس سو چودہ کی چھاپ
''تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ''

عبیرابوذری

بے اثر

کئی واری آکھیا اللہ توں ڈر
کھان والی چیز وچ نہ میل کر
پر نصیحتاں ہو نہ سکیاں کارگر
''ہے کلامِ نرم و نازک بے اثر''

علامہ حسین میر کاشمیری

آتا ہے یاد مجھ کو

''آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ''
وہ کانگرس کے چندے وہ سب کا مل کے کھانا
وہ آ شرم کے بھوجن وہ سیر موٹروں کی
پھولوں میں لد کے آنا پھولوں میں لد کے جانا
''لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم''
وہ دیویوں میں مل کر بھارت کے گیت گانا
بھارت پجارنوں کو بلوا کے آشرم میں
چرخے کی شرن لے کر نکلے کے گُن بتانا
''آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ''

مجذوب چشتی

ترستی ہے زباں میری

میرے گھر کا جو نقشہ ہے بیاں میں کر نہیں سکتا
میرے ہمسائے بھی سنتے نہیں آہ و فغاں میری
اِدھر بچوں کا رونا ہے، اُدھر ہے ڈانٹ بیگم کی
''یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری''

مجذوب چشتی

بجلی

وہ آتے جاتے ہیں بیوٹی کلینک میں کئی دن سے
تمنا ہے شمار اُن کا بھی ہو زہرہ جبینوں میں
کسے معلوم ہے کب روٹھ جائے واپڈا رانی
''یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں''

مجذوب چشتی

بجلی کا بل

کسی نے نہ کی جن کے میٹر کی ریڈنگ
محلے میں ایسے مکاں اور بھی ہیں
غلط بل جو بجلی کا آیا تو کیا غم
''مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں''

مجید لاہوری

مردوں کی شمشیریں

اگر ہوتی رہیں اقبال پر انگلش میں تقریریں
بدل جائیں گی اک دن دیکھنا ملت کی تقدیریں
چھڑی اک ہاتھ میں ہے اور ہے اک ہاتھ میں سگرٹ
''جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں''

محبوب عزمی

مساوات

آ گیا گر کہیں دفتر میں کوئی بندہ نواز
ہوسِ زر میں گرفتار ہوئی قوم حجاز
نہ کہیں رُول رہا اور نہ قانوں کا جواز
عملہ پستی میں گرا، گم ہوا حاکم کا فراز

''بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے''
آئے رشوت کی جو زد میں تو سبھی ایک ہوئے

معین اختر رضوی

غزل

کہا ایک دن میرے پوتے نے مجھ سے
لگا ''ڈش'' پہ جو انڈیا کا دوگانا

بڑے ابو! یہ ہیروئن اور ہیرو
یہ کیا کر رہے ہیں مجھے بھی بتانا

جواباً کہا میں نے سُن پیارے پوتے
یہ اقبال کے ہیں ''شہین'' و ''شہانہ''

''پلٹ کر جھپٹنا، جھپٹ کر پلٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ''

ممتاز راشد

چھوڑ دے

ماں نے کہا کہ بیٹی! نہ شوہر پہ ظلم کر
ایسا نہ ہو کہیں وہ ترا سر ہی پھوڑ دے
سختی بجا ہے، باندھ کے رکھنا بھی ٹھیک ہے
''لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے''

نذیر احمد شیخ

غزل

''جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی''
اس کھیت میں پتوں کی جگہ نوٹ لگا دو

''گرماؤ جوانوں کا لہو سوزِ یقیں سے''
یخنی انھیں تیتر کی، کبوتر کی پلا دو

جعلی ہیں جو کھادوں کے سہارے سے اُگے ہیں
''اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو''

ایسا نہ ہو بے چارے شتر مرغ پہ جھپٹے
''کنجشک فرو مایہ کو شاہیں سے لڑا دو''

علامہ محمد اقبالؒ

انگریزی

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ
روش مغربی سے مدنظر
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

بل پیش کیجئے

تہذیب کے مریض کو گولی سے فائدہ
دفع مرض کے واسطے بل پیش کیجئے
تھے وہ بھی دن کہ خدمت اُستاد کے عوض
دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجئے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق
کہتا ہے ماسٹر سے بل پیش کیجئے

جاپانی کفن

انتہا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں۔ رومال۔ مفلر پیرہن جاپان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسل کا بل سے کفن جاپان سے
وہ مس بولی ارادہ خودکشی کا جب کیا میں نے
مہذب ہے تو اے عاشق قدم باہر نہ دھر حد سے
نہ جرات ہے نہ خنجر ہے تو قصد خودکشی کیسا
یہ مانا درد ناکامی گیا تیرا گزر حد سے
کہا میں نے کہ اے جان جہاں کچھ نقد دلوا دو

کرائے پر منگا لوں گا کوئی افغان سرحد سے

سیاسی کمال

ہندوستان میں جزو حکومت ہیں کو نسلیں
آغاز ہے ہمارے سیاسی کمال کا
ہم تو فقیر تھے ہی ہمارا تو کام تھا
سیکھیں سلیقہ اب امرا بھی سوال کا

ممبری

ممبری امپیریل کونسل کی کچھ مشکل نہیں
ووٹ تو مل جائیں گے پیسے بھی دلوائیں گے کیا
مرزا غالب خدا بخشے بجا فرما گئے
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائیں گے کیا

مچھر کا خطاب

رات مچھر نے کہہ دیا مجھ سے
ماجرا اپنی ناتمامی کا
مجھ کو دیتے ہیں ایک بوند لہو
صلہ شب بھر کی تشنہ کامی کا
اور یہ بسوہ دار بے زحمت

پی گیا سب لہو آسامی کا

ایک ہی تھیلی

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ ست
ہے یہی اک بات ہر مذہب کا تت
چٹے بٹے ایک ہی تھیلی کے ہیں
ساہو کاری بسوہ داری سلطنت

گندے انڈے

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن۔ ممبری۔ کونسل۔ صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

پردہ

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہو گئے
وعظ میں فرما دیا کل آپ نے یہ صاف صاف

پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

اکبر الہٰ آبادی

خدا بخشے

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا تھا
نہ بھولو فرق جو ہے کہنے والے کرنے والے ہیں
کہے جو چاہے کوئی میں تو یہ کہتا ہوں اے اکبر
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اچھا ہے

دین ملت کی ترقی کا خیال اچھا ہے
اصل مضبوط ہو جس کی وہ نہال اچھا ہے
بخدا ہند کے پرزے بھی غضب ڈھاتے ہیں
یہ غلط ہے کہ ولایت ہی کا مال اچھا ہے
گھر کے خط میں ہے کہ کل ہو گیا چہلم ان کا
''پائنیر'' لکھتا ہے کہ بیمار کا حال اچھا ہے

گفتار

دیکھے اکبر کے آج کچھ اشعار
آئی بے حد پسند یہ گفتار
تجربہ خود بنے گا واعظ دیں
لیک بعد از خرابی بسیار

اصول ہے

چالیس سال سے ہے نئی روشنی کا دور
کیوں کر اسے کہوں کہ سراسر فضول ہے
البتہ ایک عرض کروں گا دبی زبان
گو خوشنما بہت ہے مگر بے اصول ہے

غزل

انہیں شوق عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی
نکلتی ہیں دعائیں ان کے منہ سے ٹھمریاں ہو کر
تعلق عاشق و معشوق کا تو لطف رکھتا ہے
مزے اب وہ کہاں باقی رہے بیوی میاں ہو کر
نہ تھی مطلق توقع بل بنا کر پیش کر دو گے
میری جاں لٹ گیا میں تمھارا مہماں ہو کر
حقیقت میں میں بلبل ہوں مگر چارے کی خواہش ہے
بنا ہو ممبر کونسل میاں، مٹھو میاں ہو کر
نکالا کرتی ہیں گھر سے یہ کہہ کر تو تو مجنوں ہے
ستا رکھا ہے مجھ کو ساس نے لیلیٰ کی ماں ہوکر

رقیب سفلہ خو نہ ٹھہرے میری آہ کے آگے
بھگایا مچھروں کو ان کے کمرے سے دھواں ہو کر

قابل ضبطی

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

استاد جی

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں
ذی علم و متقی ہوں جو ہوں ان کے منتظم
استاد اچھے ہوں مگر ''استاد جی'' نہ ہوں

نمکین اشعار

ہاں مگر تعلیم ان کو چاہیے اتنی ضرور
مرد کی غم خوار ہوں بچوں کی رہبر بیبیاں

ہر چند ہو علوم ضروری کی عاملہ
شوہر کی ہوں مرید تو بچوں کی خادمہ

تاکید عبادت پر یہ اب کہتے ہیں لڑکے
پیری میں بھی اکبر کی ظرافت نہیں جاتی

مذہبی بحث میں نے کی ہی نہیں
فالتو عقل مجھ میں تھی ہی نہیں

جامہ ہستی کے ٹکڑے اڑ رہے ہین نزع میں
پھینکئے اب کوٹ کو تہ کیجئے پتلون کو

یہ کہہ رہا ہے سب سے پھر جا
نہ مسجد جا۔ نہ مندر جا نہ گرجا

پردہ

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

گیلا کردیا

پیچ مذہب کا کسی صاحب نے ڈھیلا کر دیا
سادہ طبعوں کو بھی پالآخر رنگیلا کر دیا
شوق پیدا کر دیا بنگلے کا اور پتلون کا
وہ مثل ہے ''مفلسی میں آٹا گیلا کر دیا''

تھا بنارس پہلے ہی سے اے صنم رس میں بھرا
چشم راس اپنی نے اس کو اور رسیلا کر دیا

لنگوٹی

تھے کیک کی فکر میں سو روٹی بھی گئی
چاہی تھی شے بڑی مگر چھوٹی بھی گئی
واعظ نصیحتیں نہ جانیں آخر
پتلون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی

مولانا ظفر علی خان

برق وشرر

جب سے ہم میں آنریبل اور سر پیدا ہوئے
سوئے فتنے جاگ اٹھے اور شرِ پیدا ہوئے
سرمہ چشم حسیناں بن گئی تہذیب شرق
خرمن غیرت کے گھر برق و شرر پیدا ہوئے
حاسدان تیرہ باطن کو جلانے کے لیے
تجھ میں اے پنجاب اقبال و ظفر پیدا ہوئے

رگڑا

اک مست الست قلندر نے جب کفر کے چیلوں و دھر رگڑا

پہلے تو رگڑ نے ناک لگے پھر پاؤں پڑے اور سر رگڑا
یہ کفر ہمارے ہاتھوں سے بچ نکلے تو مسلم نام نہیں
یہ رگڑے جھگڑے یونہی رہے کچھ روز اگر اخباروں میں
سن لو گے کہ ماتا بھارت نے اسلام کی چوکھٹ پر سر رگڑا

شدھی کی بارات

صنم خانہ میں صدیوں سے پڑا تھا قفل غزنی کا
پکار اٹھا بنارس ''شدھی اس تالے کی ہے کنجی''
کرم کے نام پر دھوتی سنبھالی مالوی جی نے
دھرم کے نام پر لٹھ لے کو دوڑے ڈاکٹر مونجی
برات آئی ہے شدھی کی مگر یہ کیا تماشا ہے
کہ نکٹا ہے سر لنگرا ہے دولھا اور دلہن لنجی

خالصہ جی

چاہئے پیتا ہوں تو ہو جاتا ہے ایماں تازہ
چائے نوشی میری دیرینہ روایات سے ہے
حقہ پیتا ہوں تو اڑ جاتے ہیں سکھوں کے دھوئیں
خالصہ جی کی قضا میری کرامات سے ہے

نمکین اشعار

تہذیب نو کے منہ پہ وہ تھپڑ رسید کر

جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

پیچ گاندھی کی لنگوٹی کا چلے تھے کھولنے
کش مکش میں اپنی ہی پتولون ڈھیلی ہو گئی

جو بات بات پہ تم کو حرام زادہ کہے
ہر ایسے سفلہ سے اور بد زباں سے بچو

تو نے گاندھی کی لنگوٹی کی جہاں رکھ لی ہے شرم
میرے تہمبند کو بھی یارب فتح دے پتلون پر

بھارت کی بلائیں دو ہی تو ہیں ایک گاندھی ہے اک ساورکر ہے
اک مکر کی اٹھتی آندھی ہے اک جھوٹ کا چلتا چکر ہے

اکبر الہٰ آبادی

نمکین اشعار

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

O

خدا کے فضل سے بیوی میں دونوں مہذب ہیں
حیا ان کو نہیں آتی، انہیں غصہ نہیں آتا

O

طفل دل محو طلسم رنگ کالج ہو گیا
ذہن کو تپ آگئی، مذہب کو فالج ہو گیا

O

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

رئیس امروہی

قوال

غزل گا رہے تھے کہیں کوئی شاعر
غزل میں قیامت کے سر تال نکلے
میں سمجھا تھا دہلی کے شاعر ہیں کوئی
مگر وہ بڑودہ کے قوال نکلے

O

جب سے یہ سن لیا ہے مری جا رہی ہو تم
میرا تو حال یہ ہے مرا جا رہا ہوں میں

حاجی لق لق

نمکین قطعات

بیٹھا ہوں تیرے در پہ ترقی نہیں ہوتی
درباں کے لیے کیا کوئی سیڑھی نہیں ہوتی
کاشانہ ہستی کے لیے برق ہے لازم
بیکار ہے وہ گھر جہاں بجلی نہیں ہوتی
کیا جانئے اس بزم میں افلاس نے مارا
اچکن کبھی ہوتی ہے تو ٹوپی نہیں ہوتی
ان کو حال دل سنانا ہی پڑا
ریڈیو اسٹیشن پہ گانا ہی پڑا
میری داڑھی مونچھ سے چڑتے ہیں وہ
منہ سے یہ ملبہ ہٹنا ہی پڑا

انور مسعود

اشتہار

ہیر نکلی جس گھڑی رانجھے کے سنگ
اس کا ماما آن ٹپکا خواہ مخواہ
چل رہے تھے اشتہار اچھے بھلے
اک ڈرامہ آن ٹپکا خواہ مخواہ
گھر میں رکھیں غیر محرم کو ملازم کس لیے

ظفر اقبال

پردہ رہ گیا

حسن کے انکار سے بھی کچھ تو پردہ رہ گیا
میں بھی کافی مطمئن ہوں وہ بھی اچھا رہ گیا
کیا کیا جائے کہ سمجھوتہ یہی تھا ان کے ساتھ
اس کا خط واپس کیا اس کو لفافہ رہ گیا
وہ دن بھر کچھ نہیں کرتے ہیں میں آرام کرتا ہوں
وہ اپنا کام کرتے ہیں میں اپنا کام کرتا ہوں

ظفر اقبال

بھول جاتا ہوں

میں چلتے چلتے اپنے گھر کا راستہ بھول جاتا ہوں
جب اس کو یاد کرتا ہوں تو کہنا بھول جاتا ہوں
بھلا دیتا ہوں جب وہ روکتا ہے پاس آنے سے
دوبارہ روکتا ہے میں دوبارہ بھول جاتا ہوں
ظفر ضعف دماغ اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگا
میں جاتا ہوں وہاں تو واپس آنا بھول جاتا ہوں

ظفر اقبال

شامیانہ کیا

جو شعر سننے آئے تھے سب گھر کو چل دیئے
میری غزل سنے گا فقط شامیانہ کیا
میری غزل سنی تو اک استاد نے کہا
بیٹے غزل یہ تو نے کہی والدانہ کیا
خط میں مشاعرے کے جہاں اور باتیں ہیں
یہ کیوں نہیں لکھا ہے میرا مختنانہ کیا

ظفر اقبال

غزل ہوتی ہے

اک دولت ایک قلم ہو تو غزل ہوتی ہے

جب یہ سامان بہم ہو تو غزل ہوتی ہے

بھُوت، آسیب، شیاطین، چڑیلیں، جنات

ان بزرگوں کا کرم ہو تو غزل ہوتی ہے

تندرستی بھی ضروری ہے تغزل کے لیے

ہاتھ اور پاؤں میں دم ہو تو غزل ہوتی ہے

پونچھ کتے کی جو ٹیڑھی ہو تو کچھ بھی نہیں

اور تیری زلف میں خم ہو تو غزل ہوتی ہے

عنایت علی خان

معذرت

تھا اشتہار کہ جاری ہے ڈگریوں کی سیل

عجب نوید مسرت ہے گاہکوں کے لیے

خیال آیا کہ ہیں اپنے پاس تو موجود

منگائے لیتے ہیں دو چار دوسروں کے لیے

چنانچہ لکھا کہ چھ ڈگریاں کریں ارسال

ہوں تین گھوڑوں کے تین ان کے سائسوں کے لیے

جواب آیا کہ گھوڑوں سے معذرت کر لیں

کہ ڈگریاں ہیں ہماری فقط گدھوں کے لیے

لاہور

لاہور جو نہ آیا وہ پیدا نہیں ہوا
قائم ہے اس سخن سے بھی اس شہر کا نام
میں تین بار آیا ہوں لاہور شہر میں
گویا کہ یہ ہوا میرا اب تیسرا جنم

برگر

کیا بھلے لوگ تھے وہ اگلے زمانے کے فقیر
مل گیا آٹا تو خوش ہو کے بغل میں دابا
اب یہ عالم ہے مجھے ایک بھکارن نے کہا
دس روپے دے نہ دے برگر ہی کھلا دے بابا

قلمیں

یونہی نسل نو سے کچھ مایوس میں اہل قلم جب کہ
ہیں جب کہ میرا مشورہ اک نوجوان کو بھا گیا
یہ کہا اب قلم پر بھی توجہ دیجئے
اگلے ہفتے نوجواں قلمیں بڑھا کر آ گیا

ڈاکٹر انعام الحق

ضروری ہے

تیری شادی کی باتیں چل رہی ہیں آج بیٹا
تو تیرا صاف ستھرا ہر گھڑی ہونا ضروری ہے
میرا مطلب نہا پاؤ مہینوں تک نہ تم لیکن
مگر ہفتے کے ہفتے ہاتھ منہ دھونا ضروری ہے

پیار

محبت ماں سے اور بیوی سے جس کو پیار ہوتا ہے
گزارہ ایسے شوہر کا ذرا دشوار ہوتا ہے
محبت کا مزہ ہوتا ہے شادی کے ارادے تک
اور اس کے بعد جو ہوتا ہے سب بے کار ہوتا ہے

جہنم

جو کہتی ہے دنیا وہ سچ ہے اے بیگم
کہ میں تیرے زیر اثر آگیا ہوں
کہا باس نے جب جہنم میں جاؤ

تو دفتر سے سیدھا ہی گھر آ گیا ہوں

کھانے کے بعد

گم منگواؤں یا ٹھنڈا پوچھ بیٹھا میزبان
بن بلائے چند مہمانوں میں گھر جانے کے بعد
فٹ جواب آیا کہ ٹھنڈا تو ابھی منگوایئے
گرم البتہ چلے گا رات کے کھانے کے بعد

خدا خیر کرے

گھر میں آن اترے ہیں مہمان خدا خیر کرے
سخت مشکل میں ہے میری جان خدا خیر کرے
صرف مہمان جو ہوتے تو کوئی بات نہ تھی
ہاتھ میں ان کے ہے دیوان خدا خیر کرے

دیکھتے ہیں

جو پنڈی والے ہیں، رستے میں کھل کے دیکھتے ہیں
لاہوریوں کا نہ پوچھ، دہل کے دیکھتے ہیں
پشاوری اسے دیکھیں تو، رل کے دیکھتے ہیں
کراچی والے کئی فٹ اچھل کے دیکھتے ہیں
بزرگ وار جو دیکھیں تو کوئی بات نہیں
ستم تو یہ ہے کہ مونڈے بھی کل کے دیکھتے ہیں

تمھارے کہنے پہ بزنس بدل کے دیکھتے ہیں
چلو پھر آج پکوڑے ہی تل کے دیکھتے ہیں
اگر یہ سچ ہے کہ ہاتھوں کی میل ہے دولت
تو آؤ میل بھرے ہاتھ مل کے دیکھتے ہیں

محمد سرفراز شاہد

خوشحال گھرانہ

ننھی منی سی کابینہ
اک حقیقت ایک فسانہ
چند وزیروں کا مطلب ہے
بچے کم خوشحال گھرانہ

تقدیریں

سنا ہے اک سمگلر کہہ رہا تھا اپنے بیٹے سے
گرانی میں نہ کام آتی ہیں تفسیریں نہ تدبیریں
اگر دولت کمانی ہے تو پھر ہیروئین کا دھندہ کر
کہ اس کے ایک پھیرے سے بدل جاتی ہے تقدیریں

تقاضا

ہے میزبانی کا یہ تقاضا
آئے مہماں تو مسکرا دو
مگر طبیعت یہ چاہتی ہے
گلے ملو اور گلہ دبا دو

مجذوب چشتی

مقام کبریا

میرے بچوں کو کیا معلوم میری بتدا کیا ہے
یہ ان کی ماں سمجھتی ہے کہ میری انتہا کیا ہے
تجھے مجذوب چشتی نے میری اوقات بتلائی
میری بیگم نے سمجھایا مقام کبریا کیا ہے

مجذوب چشتی

عزت

بن دعوت کے جس محفل میں جاتا ہوں

ذلت حاصل کر کے عزت پاتا ہوں
محفل میں جب داد نہیں ملتی......تو
پھر انور مسعود کے شعر سناتا ہوں

مجذوب چشتی

عیش کیش

عیش کرنے کے لیے تو کیش ہونا چاہیے
جیب خالی ہے محبت کا یقین آتا نہیں
کیا کروں دل کے پلازے میں بہت کچھ ہے مگر
اس میں شاپنگ کے لیے کوئی حسیں آتا نہیں

مجذوب چشتی

نفرت

آداب محبت کے تقاضوں کی بدولت
ہم قابل نفرت سے بھی نفرت نہیں کرتے
مجذوب ہمیں بھینس نے مارا تو کھلا راز
ہر ایک سے اظہار محبت نہیں کرتے

عطاءالحق کاظمی

کتے

گھر کی رکھوالی کی ہم میں استطاعت ہی نہیں
ہم نے اخراجات اپنے کر لیے ہیں کم سے کم
اپنے ہمسایوں کے کُتے بھونکتے ہیں رات بھر
اپنے گھر میں بھونک لیتے ہیں سبھی مل جل کے ہم

عطاءالحق کاظمی

سسرال

ہمیشہ ساس سسر کے اثر میں رہتا ہے

عجیب شخص ہے، بیوی کے گھر میں رہتا
جو دیکھتے تو وہ لگتا ہے ایک کچھوا سا
میں کیسے جانوں کہ ایک چشم تر میں رہتا ہے

طٰحہٰ خان

پشاور

جان طٰہ ملک الموت کو الزام نہ دے
کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا میں
عید کا چاند ہوں میں وقت سے دو دن پہلے
دیکھ لینا کہ پشاور میں نظر آؤں گا میں

غزل

رات اک لخت جگر ٹیچر کے گھر پیدا ہوا
واں بجائے شاد مانی شور و شر پیدا ہوا
ساتھ بر خوردار کے روتا تھا اس کا باپ بھی
اور کہتا تھا کہ کیوں اے بے خبر پیدا ہوا

پیدا ہوتا ہے بجائے خود حماقت کی دلیل
اور اس پہ طرہ یہ کہ تو ٹیچر کے گھر پیدا ہوا
میں مخالف، ماں اور حکومت بھی خلاف
دشمن منصوبہ بندی کیوں مگر پیدا ہوا
میں تو پیدا وار ہوں ستے زمانے کی مگر
تو بتا اس دور میں کیا سوچ پیدا ہوا
اس دفعہ بچہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں تمھیں
مار ڈالوں گا اگر بار دگر پیدا ہوا

مقبول احمد

مہمانوازی

جو کچھ بھی پک رہا ہے تو پورا اسی میں ہو
دیکھو نہ فرق آئے کوئی اعتدال میں
بیگم! ہمارے گھر میں تو مہمان آگئے
جلدی سے پانی ڈال دو تم اور دال میں

مقبول احمد

سائل ہی نہیں

لوگ کہتے ہیں کہ تو جو ہر قابل ہی نہیں
فیض تجھ سے ملے اس کا کوئی قائل ہی نہیں
ہاتھ میں جوتا اٹھا کر مجھ سے بولی ہنس کر
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

سیّد ضمیر جعفری

غزل

جو انساں نوعِ انسانی کا استحصال کرتے ہیں
نہایت ریشمیں الفاظ استعمال کرتے ہیں
کبھی اک سال میں ہم ''مجلس اقبال'' کرتے ہیں
پھر اس کے بعد جو کرتے ہیں وہ قوال کرتے ہیں
جہاں میں زور و زر والے، ہنر والے، خبر والے
عموماً دوسروں کا مال استعمال کرتے ہیں

سیّد ضمیر جعفری

طبلے کے ساتھ

جہاں کی تیز رفتاری کو کچھ روکا تو ہے ہم نے
ہمیں جو آج کرنا ہے، وہ اگلے سال کرتے ہیں
بچارا مردِ مومن بھی تو آخر پیٹ رکھتا ہے
مجاہد لوگ بھی روٹی تو استعمال کرتے ہیں
میاں کا مشغلہ پوچھا تو بیوی نے یہ بتلایا
وہ پلے ڈاکٹر تھے، آج کل ہڑتال کرتے ہیں
افسر کے ساتھ لوگ، نئے دفتر کے ساتھ ہیں
سب اپنے اپنے نانِ میسر کے ساتھ ہیں
آغا کی مونچھ دیکھ کر نوکر نے دی خبر
اک شخص ہے کہ درۂ خیبر کے ساتھ ہیں
ان کے تعلقات پر اترا رہا ہوں میں
جن کے تعلقات جہاں بھر کے ساتھ ہیں
کھلتا نہیں یہ بھید کہ بزم سخن میں لوگ
طبلے کے ساتھ ہیں کہ سخن ور کے ساتھ ہیں

خاورؔ نقوی

کرکٹ ورلڈ کپ

مجھ سے کوئی کلام کریں ورلڈ کپ کے بعد
اچھا تو ہے سلام کریں ورلڈ کپ کے بعد

شادی ہو یا ولیمہ ہو یا کوئی عقد ہو
ان سب کا اہتمام کریں ورلڈ کپ کے بعد
جب بھی ہو کوئی بات تو بیٹنگ کی بات ہو
اس کے سوا کلام کریں ورلڈ کپ کے بعد
بولنگ کے بول ہی رہیں ہر دم زبان پر
یہ گفتگو مدام کریں ورلڈ کپ کے بعد
چپ کر کے دیکھتے رہیں ٹی وی پہ کرکٹر
بیگم کو بھی سلام کریں ورلڈ کپ کے بعد
کھانے کے وقت بھی ہو نظر رَنز کی طرف
پڑھنے کا اہتمام کریں ورلڈ کپ کے بعد
خاورؔ جو دور بھاگتے ہیں وحشی خیال
ان کو بھی زیرِ دام کریں ورلڈ کپ کے بعد

خاورؔ نقوی

لَومَیرِج

(میاں اور بیوی کے درمیان مکالمہ)

تو جس دن میرے گھر آئی، وہ دن کیا تھا، نحوست تھا
پھر اس کے بعد جیون اک پیوست ہی پیوست تھا
میں نادانی میں سمجھا تھا، ترا بندھن ضرورت تھا
کھلا ہے اب، ترا پیکر سراپا رنج و کلفت تھا

میں گڑیا جس کو سمجھا تھا وہ تو اک پَٹ پٹولا ہے
یہ لَو مَیرِج بھی کر دیکھی، یہ لَو مَیرِج بھی رولا ہے

تجھے معلوم ہے، تو کس قدر بے غم، نکھٹّو ہے
سمجھ پائی نہ اب تک میں، تو گھوڑا ہے کہ ٹٹو ہے
نہ گھر تیرا نہ زر تیرا نہ کمبل ہے نہ پٹّو ہے
نکما پھرتا رہتا ہے، تو بندہ ہے کہ لٹّو ہے

جو تو باتوں میں برچھا ہے، رویے میں سنگھولا ہے
یہ لَو مَیرِج بھی کر دیکھی، یہ لَو مَیرِج بھی رولا ہے

ترے ظاہر کے لشکارے نے مجھ کو مار ڈالا تھا
مجھے معلوم کیا تھا، دال میں کچھ کالا کالا تھا
جسے چابی سمجھتا تھا، مری قسمت کا تالا تھا
نجانے کس لیے دل نے کئی آسوں کو پالا تھا

مرا دل کس قدر نادان ہے، سادہ ہے، بھولا ہے
یہ لَو مَیرِج بھی کر دیکھی، یہ لَو مَیرِج بھی رولا ہے

نہ تھا تجھ سے تعلق، میرا کیا سوہنا گزارہ تھا
نہیں معلوم تھا، گردش میں قسمت کا ستارہ تھا
دلِ خوش فہم نے امید کا گلشن سنوارا تھا
بڑے دھوکے سے ظالم، مجھ کو شیشے میں اتارا تھا

مرے خوابوں کو تو نے بے وفائی سے مندھولا ہے

یہ لَو مَیرِج بھی کر دیکھی، یہ لَو مَیرِج بھی رولا ہے

بھرے گھر میں تری اوقات، مجھ کو زہر لگتی ہے
تری ہر چال طوفانِ بلا کی لہر لگتی ہے
مجھے ہر دن مصیبت، رات مجھ کو قہر لگتی ہے
میں اتنا بوکھلایا ہوں کہ صبح دوبہر لگتی ہے

تو بیوی ہے کہ بیوا ہے، تو گولی ہے کہ گولا ہے
یہ لَو مَیرِج بھی کر دیکھی، یہ لَو مَیرِج بھی رولا ہے

یہ باتیں جو بناتا ہے، کبھی خود کو بھی دیکھا ہے
میں جب سے تیرے گھر آئی، مجھے تو نے ستایا ہے
بڑا رانجھا بنا پھرتا ہے، صورت ہے نہ نقشہ ہے
نہیں اب تک کھلا مجھ پر، تو کھیڑی ہے کہ کھیڑا ہے

کبھی رَنبھا، کبھی پھالا، کبھی تو اک ہوہولا ہے
یہ لَو مَیرِج بھی کر دیکھی، یہ لَو مَیرِج بھی رولا ہے

اری! میں نے تو یونہی تیری الفت آزمائی
تجھے غصہ دلا کر، تیری رنگت آزمائی ہے
تری سانسوں میں مخفی، تیری نکہت آزمائی ہے
ترے ہونٹوں کی دلکش، پھڑ پھڑاہٹ آزمائی ہے

حقیقت ہے کہ میں نے تو محبت کو ٹٹولا ہے
تو ہی تو میری پگڑی ہے، تو ہو تو میرا چولا ہے

ارے نادان! تو میرا سہارا، بخت ہے میرا
تو ہے سرتاج میرا اور تو ہی تخت ہے میرا
تو ہی میرا مقدر ہے، تو ہی تو رخت ہے میرا
یہ تو نے یونہی سمجھا ہے کہ لہجہ سخت ہے میرا

فقط اک بار میں نے تو محبت کو پھرولا ہے
تو ہی تو میرا ماہیا ہے، تو ہی تو میرا ڈھولا ہے

خاؔور نقوی

سر کڑاہی میں

مچلتی خواہشیں اس طرح میرے جی میں رہتی ہیں
کہ جیسے ہدیاں اُبلی ہوئی ہانڈی میں رہتی ہیں
بھلا ان بینگنوں سے ذائقے کی کیا توقع ہے
کہ جن کی حرکتیں ساری فقط تھالی میں رہتی ہیں
تم اس کی سادی لوحی سے کہیں دھوکا نہ کھا جانا
ہزاروں رقمیں اس کی ایک خربازی میں رہتی ہیں
پسینے چھوٹتے ہیں مجنوؤں کے اے سی کمروں میں
کہ عصرِ نو کی لیلائیں بڑی گرمی میں رہتی ہیں
اِدھر شیریں کو حاصل ہو گیا ہے دودھ ڈبے کا
اُدھر فرہاد کی آنکھیں کسی کھڑکی میں رہتی ہیں
نجانے اس کی کرسی میں ہیں کیسی برکتیں خاؔور

کہ اس کا سر کڑاہی میں ہے پانچوں گھی میں رہتی ہیں